428

اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

غلام احمد قادیانی

نمبر ۸۳۵ رجسٹرڈ ایل

تار کا پتہ الفضل قادیان

THE ALFAZL
QADIAN

الفضل
اخبار ہفتہ میں دوبار
فی پرچہ ایک آنہ
قادیان

ایڈیٹر غلام نبی

قیمت سالانہ پیشگی ۵؎ ششماہی للعہ سہ ماہی عہ

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے (۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

جلد ۱۳ | نمبر ۹۲ | مورخہ ۹ مارچ سنہ ۱۹۲۶ء | یوم سہ شنبہ | مطابق ۲۳ شعبان سنہ ۱۳۴۴ھ

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بروز جمعہ مالیر کوٹلہ سے واپس تشریف لے آئے ۔ حضور کی صحت خدا کے فضل سے پہلے کی نسبت اچھی ہے۔

۵ رفروری جناب میر قاسم علی صاحب کے زیر انتظام اور جناب خانصاحب ذوالفقار علیخان صاحب کی زیر صدارت محلہ دار الفضل میں ایک مشاعرہ منعقد ہوا جس کیلئے مصرع طرح یہ تھا ۔ ع ۔ سینہ تھا وقف جس کا عذاب شدید کا ۔ جو ایک آریہ نے اپنے اشعار میں پنڈت لیکھرام کے متعلق کہا تھا۔ اول غیر طرحی نظمیں پڑھی گئیں ۔ طرحی نظموں میں ستری قادر بخش صاحب دہلوی اور جناب ذوالفقار علی خان صاحب کی نظمیں بہت اعلیٰ تھیں

ملک سردار خان صاحب ساکن ساہیوال کا اکلوتا بچہ جو تعلیم الاسلام ہائی سکول میں پڑھتا تھا ۔ اور جس کی عمر دس گیارہ سال کے قریب تھی ۔ دیوانے کتے کے کاٹنے کی وجہ سے بیمار ہو کر ۵ رفروری نور ہسپتال میں فوت ہو گیا ۔ جنازہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے ایک بڑے مجمع کے ساتھ پڑھایا خدا تعالیٰ عزیز مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے ۔ اور ملک صاحب اور ان کے خاندان کو نعم البدل اور صبر عطا فرمائے ۔

جناب مفتی محمد صادق صاحب دورہ سے واپس تشریف لے آئے ہیں

الموعظۃ الحسنۃ

تصویر کشی کے متعلق مسیح موعود کا ارشاد

دو کفار کے تتبع پر تو تصویر ہی جائز نہیں ۔ ہاں نفس تصویر میں حرمت نہیں ۔ بلکہ اس کی حرمت اضافی ہے ۔ اگر نفس تصویر مفسد نماز ہو ۔ تو میں پوچھتا ہوں ۔ کہ کیا پھر روپیہ پیسہ نماز کے وقت پاس رکھنا مفسد نہیں ہو سکتا ؟ اس کا جواب اگر یہ دو ۔ کہ روپیہ پیسہ کا رکھنا اضطراری ہے ۔ تو میں کہوں گا ۔ کہ کیا اگر اضطرار سے پاخانہ آجائے ۔ تو وہ مفسد نماز نہ ہوگا ؟ اور پھر وضو کرنا نہ پڑے گا ۔

اصل بات یہ ہے ۔ کہ تصویر کے متعلق یہ دیکھنا ضروری ہے ۔ کہ آیا اس سے کوئی دینی خدمت مقصود ہے یا نہیں ؟ اگر یونہی بے فائدہ تصویر رکھی ہوئی ہے ۔ اس سے کوئی دینی فائدہ مقصود نہیں ۔ تو یہ لغو ہے ۔ اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے ۔ والذین هم عن اللغو معرضون ۔ لغو سے اعراض کرنا مومن کی شان ہے ۔ اس لئے اس سے بچنا چاہیئے ۔ لیکن ہاں اگر کوئی دینی خدمت اس ذریعہ سے بھی ہو سکتی ہو ۔ تو منع نہیں ہے ۔ کیونکہ خدا تعالیٰ علوم کو ضائع نہیں کرنا چاہتا ۔ مثلاً ہم نے ایک موقعہ پر عیسائیوں کے مثلث خدا کی تصویر دی ہے ۔ جس میں روح القدس بشکل کبوتر دکھایا گیا ہے ۔ اور باپ اور بیٹے کی بھی جدا جدا تصویر دی ہے ۔ اس سے ہماری یہ غرض تھی ۔ کہ تا تثلیث کی تردید کر کے دکھایا جائے کہ اسلام نے جو خدا پیش کیا ہے ۔ وہی حقیقی خدا ہے ۔ جو حیّ و قیوم ۔ ازلی و ابدی غیر متغیر ہے ۔ اور تجسم سے پاک

ہے۔ اس طرح پر اگر خدمت اسلام کے لئے کوئی تصویر ہو تو شرع کلام نہیں کرتی ہے۔ کیونکہ جو امور خادم شریعت ہیں۔ ان پر اعتراض نہیں ہے ۔

کہتے ہیں۔ کہ حضرت موسیٰ کے پاس کل نبیوں کی تصویریں تھیں۔ قیصر روم کے پاس جب صحابہ گئے تھے۔ تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر اس کے پاس دیکھی تھی۔ تو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ نفس تصویر کی حرمت نہیں بلکہ اس کی حرمت اضافی ہے۔ جو لوگ نفوطر پر تصویریں رکھتے اور بناتے ہیں۔ وہ حرام ہیں۔ شریعت ایک پہلو سے حرام کرتی ہے۔ اور ایک جائز طریق پر اسے حلال ٹھیراتی ہے۔ روزہ ہی کو دیکھو۔ رمضان میں حلال ہے لیکن اگر عید کے دن روزہ رکھو۔ تو حرام ہے۔

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی ‘‘

الحکم ۲۸ر فروری ۱۹۰۲ء ۔ حضرت مسیح موعودؑ

اخبار احمدیہ

پشاور میں مولوی ثناء اللہ کا گفتگو سے گریز

مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسر نے ۱۷ر فروری چھاؤنی پشاور میں لیکچر دیتے ہوئے سلسلہ عالیہ کے خلاف حسب عادت افترا پردازی کی۔ اور یحرفون الکلم عن مواضعہ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں کو توڑ موڑ کر پبلک کے سامنے پیش کیا۔ لیکچر ختم ہوا تو خاکسار نے باآواز بلند مولوی صاحب کو مخاطب کر کے کہا۔ ہم کو موقعہ دیا جائے۔ کہ ہم اس افترا پردازی کو حاضرین جلسہ پر کھولیں۔ اسپر حاضرین جلسہ میں سے بہت سے لوگوں نے خاکسار پر لے دے شروع کر دی۔ اور چند متعصب افراد نے گالیاں بھی دیں۔ مگر خاکسار نے اس کی کوئی پروا نہ کی۔ اور کہا۔ میرا ان لوگوں سے کوئی تعارض نہیں۔ میرا خطاب مولوی ثناء اللہ صاحب سے ہے آخر مولوی صاحب نے کہا۔ وہ ہمیں موقعہ دینگے۔ بشرطیکہ ہم اپنی جماعت کے کسی بزرگ کی تحریر ان کے پاس لاویں۔ اسی رات خاکسار مع میر محمد سعید صاحب اور بابو نذر محمد خان صاحب جناب قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی کی ایک چٹھی بغرض طلب وقت لیکر قریباً نو بجے مولوی صاحب کے پاس پہنچا جس پر مولوی صاحب نے بہت ٹال مٹول کیا۔ اور کہا چونکہ اس خط پر مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر لکھا ہے۔ لہٰذا وہ خط بغرض اشاعت اخبار میں بھیجدیا جائیگا۔ اور خط کو نہ کھولا۔ مگر جب آپ کے حواریوں نے آپ کو مجبور کیا۔ تو خط کو کھولکر پڑھا آخر بصد اصرار ہم کو رسید لکھ دی اس اثنا میں جو گفتگو ہوئی وہ بوجہ طوالت میں نظر انداز کرتا ہوں۔ خیر مطلب یہ تھا۔ کہ ہم کو وہ موقع نہیں دے سکتے۔ پھر دوسرے دن ۱۸ر فروری کو ایک اور خط جناب قاضی صاحب کی طرف سے ہم تینوں لیکر مولوی صاحب کے پاس گئے مگر ۳ر دفعہ انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ چونکہ مولوی صاحب نے وقت دینے کا وعدہ تمام حاضرین کے سامنے کیا تھا۔ اس لئے مورخہ ۱۸ر کو اردگرد کے گاؤں کے بہت سے لوگ سننے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ مگر جب ہم نے ان کو مولوی صاحب کی تحریریں دکھلائیں تو گذشتہ افترا کی حقیقت اُن پر کھل گئی۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب وہ سب خط و کتابت چھپوا کر شائع کر دینگے۔ تاکہ لوگوں کو پتہ لگ جائے۔ کہ مولوی صاحب کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ناچیز خدام کے مقابلہ سے فرار ہوتے ہیں ۔

خاکسار محمد عبد الحق احمدی سیکرٹری انجمن شبان الاحمدین انجمن احمدیہ پشاور

اعلان نظارت اُمور عامہ

دفتر ناظر امور عامہ قادیان کے لئے تار کا پتہ یہ ہوگا۔

"amoor auma" ۔ سب احباب نوٹ فرمالیں امور عامہ انگریزی میں ایک لفظ لکھا کریں۔ جیسا کہ اوپر درج ہے

(۲) جن اقوام میں صنعت و حرفت نہیں۔ وہ ترقی کے اعلیٰ مقام پر نہیں پہنچ سکتیں۔ اس لئے ہماری جماعت کے طلباء کو چاہیئے۔ کہ وہ صنعت و حرفت کے علوم حاصل کرنے کی بھی کوشش کریں۔ جو طلباء اب سکولوں اور کالجوں کی تعلیم سے فارغ ہو کر کسی شعبہ کی تعلیم حاصل کرنے کے خواہشمند ہوں انکو چاہیئے۔ کہ وہ مندرجہ ذیل شعبوں کے کالجوں میں سے جس شعبہ کو پسند کریں اس میں داخل ہونے کی کوشش کریں۔ پراسپکٹس پرنسپل کالجوں سے منگوا کر ان میں داخل ہونے کی طیاری کریں۔

زراعتی کالج لائل پور۔ ٹیکنیکل کالج لاہور۔ جنگلات کالج ڈیرہ دون۔ انجنیئرنگ کالج رڑکی و رسول ضلع گجرات

(۳) اسسٹنٹ اسٹور کیپر محکمہ ریلوے۔ کی پوسٹ کے لئے جو اخبار الفضل میں اعلان ہوا تھا۔ وہ پوسٹ پر ہو چکی

ہے۔ اب اس کے لئے احباب درخواستیں نہ بھیجیں۔ نیز درخواست دینے والے دوست سمجھ لیں۔ کہ جن کو بلایا نہیں گیا۔ ان کی درخواستیں منظور نہیں ہوئیں۔ ذو الفقار علیخان ناظر امور عامہ

ولادت

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے تیسرا لڑکا عطا کیا ہے۔ احباب اس کی درازی عمر اور صالح اور خادم دین ہونے کی دعا فرمائیں ۔

خاکسار محمد عبد اللہ اول مدرس میانی ضلع شاہپور

(۲) مجھے خداتعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے لڑکا عنایت فرمایا ہے۔ احباب دعا فرمائیں۔ کہ مولود نیک اور خادم اسلام ہو۔ نبھے خان از غازی کوٹ

درخواستِ دُعا

خاکسار کی اہلیہ بہت عرصہ سے بیمار ہے احباب اس کے لئے دعائے صحت فرمائیں

خاکسار حسین بخش از صوبہ ڈیرہ ریاست خیرپور میرس سندھ

(۲) میاں فقیر محمدؐ ساکن سیکھوال غریب مگر جوشیلے احمدی ہیں۔ چند ایک وجوہات سے تین چار سو روپیہ کے مقروض ہو گئے ہیں۔ اور مشکلات میں ہیں۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں مشکلات سے رہائی بخشے۔ خاکسار قمر الدین مولوی فاضل

(۳) محمد عبد اللہ فرزند صوفی سلطان میر صاحب عرصہ ۸ ماہ سے مسلسل بیمار چلا آتا ہے۔ ہر چند ڈاکٹری و یونانی علاج کیا گیا۔ لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ جملہ احباب و بزرگان دین مریض کی بحالی صحت کے لئے دعا فرمائیں

عبد الغفار احمدی از باندی پور

(۴) میری بیوی بہت عرصہ سے بیمار ہے۔ احمدی احباب سے درخواست ہے کہ اس کے لئے دعائے صحت فرمائیں۔ خاکسار نوبت علی از دوپور

مجلس مشاورت میں احمدیہ نمائش

جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے جلسہ سالانہ دسمبر ۱۹۲۵ء پر اعلان فرمایا تھا مجلس مشاورت کے ایام میں ایک نمائش بھی ہوگی۔ جس میں احمدی صناع اپنی بنائی ہوئی چیزیں لاکر رکھیں گے۔ تاکہ دوست واقف ہو جائیں۔ کہ فلاں چیز فلاں جگہ سے مل سکتی ہے۔ اور پھر ضرورت کے وقت وہاں سے منگوالیں۔

جماعت احمدیہ کے معتمدین کو چاہیئے۔ کہ اسبارہ میں اپنے اپنے علاقہ کے صناع و تجار کو تحریک فرمائیں۔ کہ وہ مجلس مشاورۃ کے موقعہ پر جو ۳۔۴ر اپریل ۱۹۲۶ء ہوگی۔ اپنی اپنی صنعت و کاریگری کے نمونے لائیں اور احباب کو دکھائیں۔

ذو الفقار علیخان قائمقام ناظر اعلیٰ قادیان

تلاش

میرا بھائی محمد شریف بعمر ۲۵ سال جسے فالج کی بیماری ہے۔ عرصہ تین ماہ سے کہیں چلا گیا ہے۔ اُسے بعض دفعہ جنون کا بھی دورہ ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی احمدی بھائی اس کو دیکھے۔ یا کسی کو ملے تو مجھے مندرجہ ذیل پتہ پر مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔

المشتہر

خاکسار محمد حسین زرگر۔ سکنہ ننگل باغباناں۔ ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
یوم سہ شنبہ - قادیان دارالامان - ۹ر مارچ ۱۹۲۶ء

مولوی ثناء اللہ صاحب کی کساد بازاری

مندرجہ بالا عنوان سے امرتسر کا اخبار الفقیہ (۲۸ فروری) کہ وہ بھی احمدیت کے متعلق عداوت اور بغض میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے اخبار اہلحدیث سے کسی طرح کم نہیں۔ لکھتا ہے

"ایک وقت" مولوی ثناء اللہ صاحب کا دور دورہ تھا۔ ان کے معتقدین کا خیال تھا کہ صفحۂ دنیا پر فن مناظرہ علم و قابلیت میں اس وقت ان کا کوئی نظیر و مثل موجود نہیں۔ مگر آج وہ کنج خاموشی میں بیٹھنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ اور انہیں کے خادم۔ معتقد اور جاں نثار دوست آج ان کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ ان فی ذالک لعبرۃ لاولی الالباب"

مولوی صاحب کی یہ حالت کیوں اور کس طرح ہوئی۔ اس کے متعلق اخبار مذکور لکھتا ہے:۔

"کچھ عرصہ ہوا۔ کہ آریوں نے امرتسر میں ایک جلسہ کیا۔ اس میں حسب دستور دوسرے مذاہب کو مناظرہ کی دعوت تھی۔ بحث تناسخ میں مولوی ثناء اللہ صاحب پیش ہوئے تھے۔ آریہ مناظر نے بزعم خود قرآن شریف کی چند آیات پیش کر کے ثابت کرنا چاہا کہ تناسخ قرآن شریف سے ثابت ہے۔ مگر مولوی ثناء اللہ صاحب نے صرف اس سوال کو پیش کیا کہ ازروئے وید انسان کرم جونی ہے یا بھوگ جونی۔ نہ تو آریہ مناظر نے اس کا جواب دیا۔ اور نہ مولوی صاحب نے اس سوال کا پیچھا چھوڑ کر آیات قرآنی کی تفسیر بتائی"

اس کا نتیجہ کیا ہوا:۔

"اسپر مسلمانوں نے یہ رائے قائم کر لی۔ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے مسلمانوں کو شکست دلوائی۔ اور آریہ مناظر کامیاب رہا"

اس بات سے مجبور ہو کر امرتسر کے بعض اہل علم اور جوشیلے مسلمانوں نے ایک انجمن کی بنیاد رکھی۔ جس کا کام اسلام کے مخالفین کے اعتراضات کے جواب دینا قرار پایا۔ اور دیگر لیکچراروں کے علاوہ احمدی مناظرین کو بھی بلا کر آریوں کے متعلق لیکچر دلائے گئے۔ اس کا جو اثر ہوا۔ وہ بھی اخبار مذکور ہی کے الفاظ میں سن لیجئے:۔

"مرزائیوں میں بعض مناظر ایسے ہیں۔ جو ویدوں کے منتر اور اشلوک اصلی سنسکرت میں پڑھتے ہیں۔ اور ان کا مطلب سمجھاتے ہیں۔ اس کا اثر مسلمانوں پر خاص طور پر پڑا اور سب لوگ یہ رائے قائم کرنے لگے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی یونہی دھوم تھی۔ دراصل آریوں سے مناظرہ کرنے کی قابلیت مرزائیوں میں ہے"

اسپر مولوی ثناء اللہ اور ان کے ساتھیوں نے احمدیت کے خلاف لوگوں کو اُکسانا شروع کیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ

"اب تعصب مقلدین اور خلافت کمیٹی والوں کو فکر لاحق ہو گیا۔ کہ مرزائیوں کا اثر مسلمانوں پر پڑ رہا ہے اور شہر کے تمام لوگ مرزائی ہو جائینگے"

مگر ہارے ہوئے اور شکست خوردہ دشمن کی طرح مولوی صاحب نے لوگوں کو احمدیت سے بدظن کرنے کے لئے جو کوشش کی اور جس میں اسلام کے بدترین دشمن آریوں سے بھی دوستی گانٹھی اس کا اثر بھی ان کے حق میں مفید نہ ہوا۔ چنانچہ "الفقیہ" لکھتا ہے:۔

"مولوی ثناء اللہ صاحب نے کہیں دہرم بھکشو آریہ مناظر کو اپنے مکان پر بلوایا۔ یا وہ خود ان کے مکان پر گیا۔ تو اس کو مولوی صاحب نے یہ مشورہ دیا۔ کہ مرزائیوں سے اسلامی مسائل پر بحث نہ کرو۔ بلکہ صداقت مرزا پر بحث کرو۔ دوسری غلطی یہ کی۔ کہ اپنی مسجد میں جمعہ کے دن یہ بیان بھی کر دیا۔ کہ میں نے آریوں کو ایسا مشورہ دیا ہے اور ساتھ ہی اپنی جماعت کو ہدایت کی۔ کہ مرزائیوں کے جلسوں میں نہ جایا کرو۔ چونکہ مذہب وہابی موجود تھے جو متزلزل تو تھے۔ مگر ابھی نماز میں ان کے ساتھ شامل تھے۔ انہوں نے شہر میں اسکو مشہور کر دیا۔ اور مولوی صاحب کی زیادہ مخالفت شروع ہو گئی۔ اور آج ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ ان کے جان نثار دوست ان کو بُرے الفاظ سے یاد کرتے ہیں"

اخیر پر یہی اخبار مولوی صاحب سے اس طرح اظہار ہمدردی کرتا ہے۔

"ہمیں خلافت کمیٹی کے لیکچراروں اور واعظوں اور مولوی ثناء اللہ صاحب کی اس ناکامی پر ان سے ہمدردی ہے تلک الایام نداولہا بین الناس"

اگرچہ ہمیں معتبر ذرائع سے جو تازہ حالات معلوم ہوئے ہیں۔ ان سے مولوی ثناء اللہ صاحب اور ان کے حامی اور مددگار مولویوں کی اور بھی زیادہ عبرتناک۔ بلکہ شرمناک حالت کا پتہ لگتا ہے۔ لیکن "الفقیہ" نے بدرجہ مجبوری جو حالات لکھے ہیں اور جو اوپر نقل کئے گئے ہیں۔ وہ بھی یہ بتانے کے لئے کافی ہیں۔ کہ مولوی صاحب کی اصل حقیقت ان کے اپنے شہر کے لوگوں پر بھی آہستہ آہستہ نمایاں ہونی شروع ہو گئی ہے۔ اور آئندہ سمجھدار لوگوں کو وہ اس آسانی اور سہولت کے ساتھ احمدیت کے خلاف ورغلانے میں کامیاب نہ ہو سکیں گے۔ جس آسانی کے ساتھ وہ پہلے اس فعل ناشائستہ کا ارتکاب کرتے رہے ہیں۔

خدا کی شان وہ مولوی ثناء اللہ صاحب جو اپنے آپ کو "فاتح قادیان" اور "کامیاب جرنیل" وغیرہ کے خودساختہ خطابات کا اہل بتایا کرتے ہیں۔ اور جماعت احمدیہ میں اپنے مقابلہ کا کسی کو سمجھتے ہی نہیں۔ وہ اپنے گھر میں۔ اپنے دوستوں میں۔ اپنے مداحوں اور ثناخوانوں میں اس مصرعہ کے مصداق ہو رہے ہیں

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں

مولوی صاحب نے ایک دفعہ اپنی ثنا آپ کرتے ہوئے بیان کیا تھا کہ امام جماعت احمدیہ میرے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر بمبئی تک سفر کریں۔ اور پھر دیکھیں۔ پتھر کس پر پڑتے ہیں۔ اور پھول کس پر پھینکے جاتے ہیں۔ اس دعویٰ کی حقیقت امید ہے۔ انہیں جماعت احمدیہ کے ان مبلغین کے مقابلہ سے ہی معلوم ہو گئی ہو گی جنکے لیکچروں نے امرتسر میں ان کی کساد بازاری کر دی ہے۔ کیا وہ آیندہ احمدی مبلغین کے سامنے اپنی بے جا بڑائی کی ڈینگیں مارنے سے باز رہیں گے ؟

ان حالات کو پیش کر کے ہم سمجھدار اور عقلمند اصحاب سے پوچھتے ہیں۔ کیا یہ احمدیت کی صداقت اور حقانیت کا عظیم الشان نشان نہیں ہے۔ کہ وہ مولوی ثناء اللہ صاحب جنھوں نے اپنی ساری عمر احمدیت کی مخالفت میں صرف کر دی۔ جو دن رات اسی کے خلاف کوششوں میں مصروف رہتے ہیں۔ اور جو فاتح قادیان بھی کہلاتے ہیں۔ وہ معہ تمام دیگر مولویوں کے احمدیت کو ایک ذرہ بھی نقصان نہیں پہنچا سکے۔ احمدیت کی اشاعت میں ذرا بھی روک نہیں پیدا کر سکے۔ پھر کسی دوسری جگہ احمدیت کو نقصان پہنچانا تو الگ رہا۔ خود ان کے اپنے مرکز اور شہر میں بھی یہ حالت ہے کہ ہر سال کچھ نہ کچھ لوگ احمدی ہوتے رہتے ہیں۔ اور اب عام لوگ احمدی مبلغوں کے مقابلہ میں مولوی صاحب کو طفل مکتب سمجھ کر انہیں نہ صرف مُنہ نہیں لگاتے۔ بلکہ ان کے جاں نثار دوست انہیں بُرے الفاظ سے یاد کر رہے ہیں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب اور ان کے ثناخوان اگر اسی ایک بات پر غور کریں۔ تو بہت کچھ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ اور اس معیار کے رُو سے اپنی عاقبت سنوار سکتے ہیں۔ کہ حق بظاہر خواہ کتنا ہی کمزور ہو۔ ساری دنیا کی مخالفت بھی اسپر پردہ نہیں ڈال سکتی اور آخر کار وہی غالب ہوتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں باطل خواہ کتنا ہی پُرزور اور پُرشوکت نظر آئے۔ انجام کار زوال اور تباہی اس کے لئے لازمی ہے اس کے مطابق دیکھ لیا جائے۔ کہ

احمدیہ جماعت کا قدم باوجود مخالفین کی شدید مخالفتوں کے روز بروز آگے بڑھ رہا ہے۔ یا مخالفین احمدیت کے خلاف اپنے منصوبوں میں کامیاب ہو رہے ہیں ٭

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے مضامین پیغام میں

پیغام میں ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا ایک مضمون "سیرت المہدی پر ایک نظر" کے عنوان سے مسلسل شائع ہو رہا ہے۔ جس میں ڈاکٹر صاحب موصوف حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کی کتاب "سیرت المہدی" پر تنقید لکھ رہے ہیں۔ اس "تنقید" کی حقیقت تو اسی سے ظاہر ہے کہ وہ روایات جو نہایت ثقہ اور معتبر راویوں کی سند سے لکھی گئی ہیں۔ ان کے خلاف ڈاکٹر صاحب اپنے قیاس اور ذاتی خیالات پیش کر رہے ہیں۔ اور بعض اوقات مخالفت میں اس درجہ بڑھ جاتے ہیں۔ کہ تہذیب و شرافت کو چھوڑ کر سوقیانہ محاورات اور الفاظ پر اتر آتے ہیں۔ تاہم احباب کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے۔ کہ ان کا مضمون ختم ہونے کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب اس کے جواب میں قلم اٹھائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور اصولی طور پر ان کے اعتراضات کو رد کرنے کے علاوہ ان کی غلط بیانیوں اور دھوکہ دہیوں کا بھی ازالہ فرمائینگے ٭

حجاز اور جمہوریت

اگرچہ سلطان ابن سعود نے حجاز کا بادشاہ ہونے کا اعلان کر کے ہندوستانی خلافت کمیٹیوں کی اس امید کو بالکل باطل کر دیا ہے کہ حجاز میں موتمر اسلامی کے ذریعہ جمہوری حکومت قائم کی جائے۔ تاہم بعض خلافتی لیڈروں کا تا حال یہی خیال ہے۔ کہ سلطان ابن سعود ایسی موتمر کے انعقاد کے حق میں ہیں۔ جو حجاز کے لئے جمہوری حکومت کا فیصلہ کرے۔ چنانچہ پچھلے دنوں مولوی ابوالکلام صاحب آزاد نے بڑے زور کے ساتھ اس بات کا اعلان کیا تھا:-

"ہماری آخری اطلاع تو یہی ہے۔ کہ ابن سعود موتمر کا انعقاد چاہتے ہیں اور حجاز کا نظام حکومت اسی کے تصفیہ سے مرتب کرنا چاہتے ہیں"

مگر معلوم ہوتا ہے۔ یہ ان کا محض خیال ہی خیال ہے۔ جس میں حقیقت کا کوئی شائبہ نہیں۔ اور اس کا ناقابل تردید ثبوت ان الفاظ سے ملتا ہے۔ جو ۲۱ فروری کے زمیندار میں سلطان ابن سعود کے شائع ہوئے ہیں۔ اور جو شائع کرنے والے نے اپنے کانوں سے سلطان موصوف کے منہ سے سنے۔

زمیندار کے مولانا غلام رسول صاحب مہر جو وفد خلافت کے ساتھ حجاز گئے تھے۔ "جدہ کی پر لطف ترین صحبت" کا ذکر کرتے ہوئے سلطان موصوف کی ایک "طویل تقریر" کا "ملخص" درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا:-

"عجیب و غریب باتیں سننے میں آتی ہیں۔ کوئی کہتا ہے ہمیں مستور حکومت چاہیئے۔ کوئی کہتا ہے ہمیں دستوری حکومت چاہیئے۔ کوئی کہتا ہے جمہوری حکومت چاہیئے۔ میں یہ کہتا ہوں۔ کہ یہ سب باتیں فضول ہیں"

جب سلطان موصوف کے جمہوریت کے متعلق یہ خیالات ہیں۔ تو پھر حجاز میں جمہوریت خواب خیال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی اور یہ بات بھی درست ہے کہ وہ طرز حکومت جسے آجکل جمہوریت کا نام دیا جاتا ہے۔ حجاز جیسے ملک میں جہاں تعلیم ہے نہ تمدن کوئی بہترین نتائج بھی پیدا نہیں کر سکتی۔

حجاز کے متعلق جو کچھ ہونا تھا۔ ہو چکا۔ مگر افسوس یہ ہے کہ خلافت کمیٹیوں نے اپنے یوم پیدائش سے جس کام میں بھی ہاتھ ڈالا اور جس بات کی بھی حمایت کی۔ وہی ان کی امیدوں اور آرزوؤں کے خلاف ہوئی۔ اور بیچارے خلافتی لیڈر ہاتھ ملتے رہ گئے ٭

مسیحیت کے پھل

اگر حضرت مسیح کا یہ قول درست ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا، تو عیسائی صاحبان ہی بتائیں۔ ان کے اخبار نور افشاں (۱۹ فروری) کے حسب ذیل الفاظ سے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

"ایسے بہت سے مسیحی مل سکتے ہیں۔ جو مسیح کی بادشاہت کے حصہ دار بننے کی کمال تمنا رکھتے ہیں۔ اس بادشاہت میں بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز ہونا چاہتے ہیں۔ خوب عیش و عشرت کے مزے لوٹنا چاہتے ہیں۔ اونچی جگہوں میں بیٹھنا پسند کرتے ہیں۔ سب سے بڑا بننے کی دھن میں سرگرم کار رہتے ہیں۔ لیکن ایسے شاذ ہی مسیحی ملیں گے جو یسوع مسیح کی صلیب اور اس کے دکھ اٹھانے میں جو دوسروں کے فائدہ کیلئے ہوں۔ حصہ دار بننے کے طالب ہوں"

ہمارے نزدیک آج کل کے مسیحیوں کے متعلق جنہوں نے نہ تو حضرت مسیح کو دیکھا نہ انکی صحبت میں رہے۔ نہ ان کے معجزات اور نشانات دیکھے۔ یہ شکایت بالکل بیجا ہے۔ کیونکہ حسب الفاظ انجیل یسوع مسیح کے خاص الخاص حواریوں نے انکی صلیب اور دکھ اٹھانے میں حصہ نہ لیا۔ بلکہ انہیں اکیلا چھوڑ کر بھاگ گئے اور ایک نے تو ان پر لعنت بھی کی۔ کس طرح ہو سکتا ہو کہ آج انیس سو سال کے بعد ان کے ایسے جان نثار اور فدا کار پیرو دنیا میں نظر آئیں۔ جنکی توقع نور افشاں کو ہی ٭

"پاجی پن اور کمینہ پن کی حد ہو گئی"

اخبار "آریہ ویر" راولپنڈی (۲۰ فروری) نے مندرجہ بالا نہایت درشت اور تلخ عنوان کے ماتحت اس امر کی شکایت کی ہے کہ:-

"لائلپور سے شریمتی (سناتن سبھا) کسی ایجنٹ نے ایک کتاب دیانند بجاؤ چتر اولی شائع کی ہے جسکو پڑھ کر ایک آریہ پرش کے جذبات مشتعل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ یوں تو اسکی سب ہی تصاویر دل کو ٹھیس پہنچانیوالی ہیں لیکن دو تصویریں ایسی ہیں۔ جن کو دیکھ کر ہی جذبات بے اختیار قابو سے باہر نکل جاتے ہیں۔ پہلی تصویر میں سوامی دیانند کو بچایا جا رہا ہے۔ اور دو آدمی جنکی شکل ہو بہو پنڈت لیکھرام جی و پنڈت گورو دت جی سے ملتی ہے۔ طبلہ و سارنگی بجا رہے ہیں۔ دوسری تصویر میں ایک بیل۔ بکرا اور مینڈھا کھڑا کیا گیا ہو۔ اور سوامی جی کو بیل کے پیچھے کھڑا کر کے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ سوامی جی بیل کے ساتھ بھوگ کر رہے ہیں۔ آہ! کون آریہ ہو گا۔ جس کا دل ایسی تصاویر دیکھ کر بھڑک نہ اٹھیگا پاجی پن اور کمینگی کی حد ہو گئی"

لائل پور کی جس کتاب کا ان سطور میں ذکر کیا گیا ہے چونکہ وہ ہماری نظر سے نہیں گذری۔ اس لئے جن واقعات کو اسمیں تصویری رنگ میں درج کیا گیا ہے۔ ان کے درست یا غلط ہونے کے متعلق ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ممکن ہے ان کی بناء آریہ سماجی لٹریچر کے مستند حوالوں پر مبنی ہو۔ اس وقت ہم جو کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ وہ صرف یہ ہے۔ کہ آریہ صاحبان کا ان تصویروں کے خلاف شور مچانا ایسی حالت میں کچھ بھی وقعت نہیں رکھتا۔ جبکہ وہ خود دیگر مذاہب کے مقدس بانیوں کی توہین کرنا اپنا سب سے بڑا کارنامہ سمجھتے ہیں۔ اور اسمیں ہر وقت مصروف رہتے ہیں۔ گذشتہ باتوں سے قطع نظر کرتے ہوئے انہی ایام میں جبکہ لائل پور کی مذکورہ بالا کتاب کے خلاف رنج و غم کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ آریہ مسافر دہلی کا جو "شہید نمبر" شائع ہوا ہے اسی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ خود آریہ دیگر مذاہب کے بزرگوں کے متعلق کہاں تک شرافت سے کام لیتے ہیں۔

اس رسالہ میں جماعت احمدیہ کے بانی اور کئی لاکھ انسانوں کے آقا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کے نام پر وہ اپنی جانیں تک قربان کرنا سعادت دارین سمجھتے ہیں۔ بیحد دل آزار الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اور پھر اسی پر بس نہیں کیگئی۔ آپ کی ایک نہایت خراب سی تصویر بنا کر اس کے ساتھ ایک اور تصویر ایسی بنائی گئی ہے۔ جس کے ہاتھ میں چھری ہے۔ اور اس کے متعلق یہ الفاظ لکھے ہیں۔ "مرزا کا بھیجو فرشتہ قاتل"

کیا آریہ صاحبان سمجھتے ہیں۔ یہ تصویر جماعت احمدیہ کے تمام افراد کے جذبات کو مشتعل کرنے والی اور سخت صدمہ اور رنج پہنچانے والی نہیں ہیں۔

آریوں نے باوجود اپنی سر توڑ کوششوں اور منصوبوں کے آج تک اسبات کا قطعاً کوئی ثبوت پیش نہیں کیا کہ پنڈت لیکھرام کے قاتل کا جماعت احمدیہ سے ایک ذرہ بھر بھی تعلق تھا اور نہ وہ قیامت تک پیش کر سکتے ہیں۔ کیونکہ جب قاتل روز روشن میں لاہور جیسے شہر کی گنجان آبادی میں ایک ایسے مکان میں سے جس سے بھاگ کر نکل جانے کا بظاہر کوئی امکان نہیں ہو سکتا۔ قتل کر کے ایسا لاپتہ ہوا۔ کہ آریہ تو الگ رہے۔ گورنمنٹ بھی اپنے تمام ذرائع کے باوجود اس کا کوئی پتہ نہ لگا سکی۔ اور نہ جماعت احمدیہ کے ساتھ اس کا کوئی تعلق ثابت کر سکی۔ تو پھر بھی یہی کہتے جانا کہ پنڈت لیکھرام کو مرزا صاحب نے سازش

بعض اہم مسائل پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی تقریر

مولوی محمد دین صاحب کے اعزاز میں طلباء مدرسہ احمدیہ کی دعوت چائے کے موقعہ پر

پچھلے دنوں طلباء مدرسہ احمدیہ نے جناب مولوی محمد الدین صاحب بی۔ اے مبلغ امریکہ کو دعوۃ چائے دی۔ اور اردو میں ایڈریس پیش کیا۔ جس کے جواب میں مولوی صاحب نے اردو میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

مولوی محمد دین صاحب بی۔ اے کی تقریر

اس وقت جو دعوت اور ایڈریس دیا گیا ہے۔ وہ ان نوجوانوں کی طرف سے ہے۔ جن کی میرے دل میں بڑی عزت ہے۔ اگرچہ وہ عزت اس لحاظ سے بھی ہے۔ کہ وہ دینی مدرسہ کے طالب علم ہیں۔ اور ایک دن قوم کے لئے علوم کا سرچشمہ بننے والے ہیں اور ان کے ذریعہ دین پھیلے گا۔

مادیات کا اثر مگر عزت کی ایک اور بھی وجہ ہے۔ اور وہ ان کی قربانی ہے۔ اس زمانہ میں جبکہ مادیات کی بہت ترقی ہو گئی ہے۔ ہر طرف دنیا ہی دنیا کی آواز سنائی دیتی ہے۔ اور جہاں میں رہا ہوں وہاں تو دو باتیں خاص طور مشہور ہیں۔ جن میں سے ایک تو یہ ہے۔ کہ جو غریب ہے۔ وہ مجرم ہے۔ اور یہ قومی جرم ہے۔ دوسری بات یہ ہے۔ کہ بدصورت ہونا بھی جرم ہے۔ پس یہ وہ زمانہ گذر رہا ہے۔ جس میں غریب ہونا جرم قرار دیا جا رہا ہے۔ اور یہ مادیات کا اثر ہے۔

دین کو دنیا پر مقدم کرنا ایسے زمانہ میں ایسے گروہ کا پیدا ہونا جس نے زمانہ کی اس روش کو لات ماردی ہو۔ دنیا کے آرام۔ دنیا کی لذتوں اور دنیا کی سب باتوں کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو دینی خدمت کے قابل بنانے میں لگا دیا ہو محض اس لئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ دین کو دنیا پر مقدم کرو۔ کوئی معمولی بات نہیں۔

طلباء مدرسہ احمدیہ کی قربانی اگرچہ ہر احمدی کا فرض ہے۔ کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا ثبوت پیش کرے۔ لیکن عملی صورت میں بحیثیت مجموعی مدرسہ احمدیہ کے طلباء کی طرف سے جو ثبوت پیش کیا گیا ہے۔ وہ بہت بڑا ہے۔ آپ لوگ دیکھتے ہیں۔ کہ نوجوان ڈاکٹری۔ انجنیئرنگ وکالت وغیرہ شعبوں میں داخل ہوتے ہیں اور دنیا میں ترقی کرنے کی قابلیت پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے آپ لوگوں نے خود یا آپ کے والدین نے یہ پسند کیا۔ کہ ان سب باتوں کو قربان کر دیں۔ اور دین کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں۔ یہ ایسی بات ہے جو دل پر خاص اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔

ہر کام میں قربانی انسان کی فطرت میں یہ بات ہے۔ کہ جب وہ کسی کی قربانی دیکھتا ہے۔ تو اس کے سامنے ادب سے اس کا سر جھک جاتا ہے۔ اور صانع قدرت نے یہ قانون رکھا ہے۔ کہ کوئی کام ایسا نہیں۔ جس کے لئے قربانی کی ضرورت نہ ہو۔ ہر حصہ کام میں ہزاروں کی قربانی کی ضرورت ہے۔ آج جو سہولتیں دنیا کو حاصل ہیں۔ یہ یونہی میسر نہیں ہو گئیں۔ بلکہ لاکھوں کروڑوں انسانوں کے خون سے بنی ہیں۔

شکریہ پس قربانی پر دنیا کا مدار ہے۔ اور ہر ایک انسان قربانی کرتا ہے۔ مگر وہ ایک رنگ کی ہوتی ہے۔ اور آپ لوگوں نے ساری دنیا کی قربانی کی ہے۔ اس لئے آپ کی طرف سے میری جو قدردانی کی گئی ہے۔ اس کا میں بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور مجھ میں اتنی طاقت نہیں۔ کہ اس کا اندازہ کر سکوں۔ اور سوائے اس کے کہ میں یہ کہوں۔ آپ کا ممنون ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ آپ لوگوں کو اس کا اجر عطا کرے۔ اور کیا کہہ سکتا ہوں۔

مسیح موعود کے ذریعہ اسلام پایا میں کوئی عالم نہیں ہوں۔ نہ دینی نہ دنیاوی میں نے اسلام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ پایا۔ پہلے میں اسلام کا قائل نہ تھا۔ بسبب جہالت اور نوعمر ہونے کے۔ میں اس وقت صرف اس لئے مسلمان کہلاتا تھا۔ کہ مسلمانوں کے گھر پیدا ہوا تھا۔ اس حالت میں ایک وقت مجھ پر ایسا بھی آیا۔ کہ میں نام کا مسلمان کہلانے سے بھی علیحدہ ہونے لگا تھا۔ مگر میں نے حضرت مسیح موعود کے ذریعہ اسلام پایا۔ اس وجہ سے میرے لئے اسلام حضرت مسیح موعود کا وجود ہوا۔ کیونکہ آپ کو میں نے سچا سمجھا۔ اور اسلام کو مانا۔

سفر کا اثر ہر ایک شخص کی ذاتی تحقیقات بھی ہوتی ہے۔ اور اپنے ذوق پر ہوتی ہے۔ میں نے ذاتی طور پر اسلام کو سچا سمجھا تھا۔ مگر اس سفر نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ وہاں میں نے دیکھا ہے۔ کہ اسلام سے بڑھ کر سچا اور کوئی مذہب دنیا میں نہیں ہے۔ اور اسلام بھی وہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش کیا ہے۔ پہلے یہ حقیقت مجھ پر اس قدر واضح اور صاف طور پر نہ کھلی تھی۔

اسلام کی خاص خوبی اس کے متعلق سب سے بڑی بات جو نظر آئی۔ وہ یہ تھی۔ کہ دیگر جتنے مذاہب ہیں۔ وہ دوسرے مذاہب کو بالکل جھوٹا کہتے اور ان میں کوئی خوبی تسلیم نہیں کرتے۔ مگر اسلام کی یہ تعلیم ہے جو آج سے تیرہ سو سال پہلے اس نے پیش کی۔ کہ اللہ تعالےٰ تمام دنیا کا رب ہے۔ اور اس نے ہر ملک اور ہر قوم میں نذیر بھیجے ہیں۔ اور جب ہم دیگر مذاہب کو دیکھتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ کچھ نہ کچھ سچی تعلیم ان میں اب بھی پائی جاتی ہے۔ یہ وسیع حوصلگی جسے رواداری کہتے ہیں۔ اسلام نے نہ صرف یہ رواداری سکھائی ہے۔ بلکہ دوسروں کا حق تسلیم کیا ہے۔ اور ان کی خوبیوں کا اعتراف کیا ہے۔ دیکھو اسلام نے جہاں رہبانیت کی مخالفت کی ہے۔ وہاں اس کی خوبی کو بھی تسلیم کیا ہے۔ کہ یہ اللہ کی رضا کے لئے تجویز کی گئی تھی۔ مگر اس کے حدود کو قائم نہ رکھا گیا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تناسخ کے خلاف لکھتے ہوئے فرمایا ہے۔ ایک سچا تناسخ بھی ہے۔ اور ایک جھوٹا ہے۔ اسی طرح فرمایا۔ ایک جھوٹی تثلیث ہے۔ جو عیسائی پیش کرتے ہیں۔ اور ایک سچی تثلیث بھی ہے۔ تو سچائی کو اسلام نے ہر جگہ تسلیم کیا ہے۔ اس بات نے میرے دل پر بڑا اثر کیا۔

ایک نیا مذہب آج کل کیبیرٹو ریلجن پیش کیا جاتا ہے۔ اور وہ لوگ اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ ہر مذہب میں خوبی ہے۔ مگر ابھی تک وہ بھی اس حد پر نہیں پہنچے جس پر اسلام نے پہنچایا ہے۔ ان کی رائے کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ضرورت زمانہ کے مطابق مذہبی خیالات ترقی کرتے رہے ہیں۔ گو وہ الہام کے قائل نہیں۔ مگر اس اصل کے قائل ہیں۔ کہ ضرورت زمانہ کے مطابق مصلح پیدا ہوتے رہے ہیں۔ کس قدر شکریہ کا مقام ہے۔ کہ اسلام نے تمام مذاہب میں حقیقت اور تمام مذاہب کو اپنے وقت میں ضرورت پوری کرنے والے قرار دیا۔ ایک یہ بات تھی۔ جس کا مجھ پر بہت اثر ہوا۔

مغربی لوگوں کی روش مذہبی گفتگو میں دوسری بات جس نے مجھ پر اثر کیا وہ یہ تھی۔ کہ ہندوستان میں لوگوں کو جو جھگڑنے اور کج بحثی کی عادت ہے

وہاں نہیں ہے۔ ان لوگوں کے سینے اس قدر کشادہ ہیں۔ کہ سوال کریں گے۔ اگر اس کا صحیح جواب دے دیا جائے۔ تو اسے تسلیم کریں گے۔ اور اگر ان کے خیال میں صحیح نہیں ہوگا۔ تو خوش ہو جائیں گے۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ اب دنیا اس طرف آ رہی ہے۔ کہ بحث و مباحثہ کو چھوڑ دیا جائے۔ اور محبت و الفت کے ساتھ تبادلہ خیالات کیا جائے۔

دیگر مذاہب کی کتب کا مطالعہ

اس وقت میں آپ لوگوں کو جو نصیحت کر سکتا ہوں وہ یہ ہے۔ کہ آپ صرف اسی پر اکتفا نہ کریں۔ کہ استاد نے بتا دیا فلاں مذہب کے فلاں مسائل پر یہ جرح ہو سکتی ہے۔ بلکہ خود ان مذاہب کا مطالعہ کریں۔ اور ان مذاہب کو ان کی اصل کتابوں سے دیکھیں۔ یہ بھی ضروری ہے۔ کہ استاد کے نوٹ پڑھے جائیں۔ کیونکہ وہ اس کی ساری عمر کا خلاصہ ہوتا ہے۔ مگر ان کو کافی نہ سمجھیں۔

دوسرے یہ کہ ان مذاہب کے اصول کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ صرف یہ نہ کہہ دینا چاہیئے۔ کہ تناسخ غلط ہے۔ بے شک تناسخ غلط ہے۔ کیونکہ اسلام نے اسے غلط قرار دیا ہے۔ مگر یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ ایسے مسائل کی بنیاد کن باتوں پر ہے۔

اس وقت زمانہ کی یہ حالت ہے۔ کہ کسی مسئلہ کو محبت سے پیش کیا جائے۔ تو لوگ اسے جلد سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن اگر اسے منطقیانہ طور پر پیش کیا جائے۔ تو اکثر طبیعتیں انکار کر دیتی ہیں۔ پس اگر تم لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام محبت سے دنیا کو پہنچاؤ گے۔ تو اس کا زیادہ اثر ہوگا۔

اس وقت میں اس سے زیادہ سمع خراشی نہیں کرنا چاہتا اور دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ آپ لوگوں نے میری بڑی عزت افزائی کی ہے۔ خدا تعالے آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ لوگ دعا کریں۔ کہ خدا تعالے میرا انجام بخیر کرے۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی تقریر

میں سمجھتا ہوں۔ سب کے کام کا وقت آ چکا ہے۔ کیونکہ دس بجنے لگے ہیں۔ خواتین کے مدرسہ میں میرا جو وقت ہے۔ وہ تو ختم بھی ہو چکا ہے۔ جو ۹ بجے سے شروع ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ ٹی پارٹی ایسے وقت میں رکھی گئی ہے۔ جسے مدنظر رکھ کر اساتذہ کو معلوم ہی ہوگا۔ کہ مدرسہ کے شروع ہونے سے قبل ختم نہیں ہوگی۔ اس لئے یہ فرض کرتے ہوئے کہ یہ بات ان کے ذہن میں تھی۔ میں سمجھتا ہوں۔ اسے جلد ختم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

جو کچھ آج میں نے سنا ہے۔ اس کے متعلق اوّل تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ ہر

موقع کے مناسب حال بات

ہو۔ تو اچھی ہوتی ہے۔ شیعوں میں ماتم کے ایام میں مرثیے پڑھتے ہیں۔ ان مرثیوں میں شاعر کا دل چاہتا ہے۔ کہ طعن کروں۔ عیب جوئی کروں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ جب مرثیہ پڑھنے والا عیب چینی کرتا اور تمسخر اڑاتا ہے۔ تو سننے والوں کو ہنسی آ جاتی ہے۔ ایک جگہ مرثیہ گوئی کیلئے مجلس بیٹھی تھی۔ ایک شخص نے شعر پڑھا۔ جس کا مطلب یہ تھا۔ بھونکتا ہوا آیا اور دبکتا ہوا بھاگا۔ اس پر سب لوگ ہنس پڑے۔ آخر شیعوں نے یہ دیکھ کر شعر تو رلانے کیلئے پڑھے جاتے ہیں۔ لیکن لوگ ہنستے ہیں۔ رثیہ کا لفظ نکالا۔ جس میں ہنسی مذاق کا حصہ رکھدیا۔

تو ہر چیز کے مناسب حال بات ہونی چاہیئے۔ بے شک

قرآن کی تلاوت

برکت کا موجب ہوتی ہے۔ اور نظم خوانی خوش طبعی کا باعث مگر قرآن کریم کی آیات بھی ہر موقع کے مطابق اور نظمیں بھی ہر تقریب کے مناسب مل سکتی ہیں۔ قرآن کریم میں تبلیغ کے متعلق آئتیں موجود ہیں۔ مبلغین کے کاموں پر اظہار خوشی اور ان سے انعام کے وعدے پائے جاتے ہیں۔ ایسے موقع پر انہی آیات کا پڑھنا موزون ہو سکتا ہے۔ ورنہ اگر ایک مبلغ کی آمد کی تقریب پر ان آیات کی تلاوت جن میں قیامت کا ذکر ہو۔ کیا معنی رکھتی ہے۔ پس جیسا موقع ہو۔ اس کے لحاظ سے تلاوت کے لئے آیات کا انتخاب ہونا چاہیئے۔ جس سے معلوم ہو۔ کہ پڑھنے والا دماغ سے کام لے رہا ہے۔ یہ نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ قرآن کریم کا جو حصہ یاد ہوا۔ وہی ہر موقع پر پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ پس یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ جس قسم کا جلسہ ہو۔ اس کے مناسب حال آیات کی تلاوت کرنی چاہیئے۔ یہی بات میں نظموں کے متعلق بھی کہنا چاہتا ہوں۔

مجھے یہ بھی افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ باوجود متواتر توجہ دلانے کے ابھی تک مدرسہ احمدیہ میں یہ احساس نہیں پیدا ہوا۔ کہ ایسے طور پر بچوں کی تربیت کی جائے۔ کہ وہ

مجمع کے مطابق آواز

کو بلند یا نیچا کر سکیں۔ آج جن صاحب نے نظم پڑھی ہے۔ ان کی آواز بہت نیچی تھی۔ اپنے طور پر تو ہر ایک کو حق ہے۔ کہ جس طرح چاہے اشعار پڑھے۔ اور میں نے دیکھا ہے۔ جن کی آواز بالکل نہیں نکلتی۔ وہ بھی پڑھتے ہیں۔ لیکن مجلس میں اس طرح پڑھنا چاہیئے۔ کہ ساری مجلس سن سکے۔

اشعار کی غرض

یہ ہوتی ہے۔ کہ قلوب کو کھینچیں۔ اور دو ہی چیزیں یہ نتیجہ پیدا کر سکتی ہیں۔ ایک آواز کی بلندی اور دوسری آواز کی لہر۔ اگر آواز کی لہریں قلوب کی لہروں کے مطابق ہو جائیں۔ تو جسمانی تغیر بھی پیدا کر دیتی ہیں۔ اور بے جان چیزوں پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے۔ انگلستان کا ہی ایک واقعہ ہے۔ ایک پل پر سے فوج گذر رہی تھی۔ کہ وہ ٹوٹ گیا۔ جب تحقیقات کی گئی۔ تو معلوم ہوا۔ فوج کے مارچ کرنے سے جو آواز پیدا ہو رہی تھی۔ اس کی لہر اور پل کی لہر مل گئی۔ اور اس وجہ سے وہ ٹوٹ گیا۔ ورنہ بوجھ کی وجہ سے وہ نہیں ٹوٹ سکتا تھا۔

دراصل تمام کام لہروں پر چل رہے ہیں۔ اور خاصکر جذبات سے ان کا بڑا تعلق ہوتا ہے۔ شعر کی لہر جب قلوب کی لہر کے مطابق ہو جاتی ہے۔ تو اسوقت لطف حاصل ہوتا ہے۔ اول تو ہر شخص کی آواز اونچی ہو سکتی ہے۔ یہاں

ایک لڑکا فیروز دین

ہوتا تھا۔ جو فوت ہو گیا ہے اس کی آواز اونچی نہ تھی۔ اس نے پہلے دن اذان دی۔ تو میں نے منع کر دیا۔ کہ اذان کی غرض تو لوگوں کو سنانا ہے۔ جب لوگوں تک آواز نہیں پہنچتی۔ تو یہ اذان نہ دیا کرے۔ معلوم ہوتا ہے۔ اس میں غیرت تھی۔ اس نے باہر کھیتوں میں جا کر آواز بلند کرنے کی مشق کرنی شروع کی۔ چند ہی ماہ میں اس کی آواز بہت بلند ہو گئی۔ اس میں سے ایسی گونج نکلتی۔ جو بہت ہی قلب پر اثر کرتی تھی۔ اور اس جیسا مؤذن ہمیں کم ہی میسر آیا ہے۔

تو

آواز بلند کی جا سکتی ہے

میں عورتوں کو پڑھاتا ہوں۔ ہمارے ملک کی رسم کے مطابق وہ نیچی آواز سے پڑھتی ہیں۔ ان میں جو میری رشتہ دار ہیں۔ یا جو چھوٹی عمر کی ہیں۔ انہیں اپنے سامنے دور کھڑا کر کے کہتا ہوں۔ وہاں سے مجھے سبق سناؤ۔ اس طرح ان کی آواز بلند ہوتی جاتی ہے۔

پس اساتذہ کا کام ہے۔ کہ جن لڑکوں کی آواز نیچی ہو ان کی آواز بلند کرائیں۔

پھر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ آج کے ایڈریس کے نہ صرف مضمون اور عبارت پر مجھے اعتراض ہے بلکہ

پڑھنے کے طریق پر بھی اعتراض

ہے۔ ہمارے مدرسہ احمدیہ کے لڑکے اور فارغ التحصیل لڑکے کا لہجہ بہت اچھا ہونا چاہیئے۔ مگر پہلے ہی جب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کی آواز میرے کان میں پڑی۔ تو میری روح کانپ گئی۔ کہ ک کے ق بننے شروع ہو گئے۔ غلطیاں ہوتی ہیں۔ اور مجھ سے بھی بعض دفعہ الفاظ کے ادا کرنے میں ہو جاتی ہے۔ اور کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ اس سے کبھی الفاظ کی غلطی

نہیں ہوتی۔ ایک دفعہ یہاں لکھنؤ کا ایک شخص آیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اسے سمجھایا۔ کہ ہم لوگ ق کو صحیح طور پر ادا نہیں کر سکتے مگر وہ اسی بات پر بگڑ گیا۔ اور کہنے لگا۔ یہ عجیب مسیح موعود ہیں۔ جو ق بھی ادا نہیں کر سکتے۔

پس میں یہ امید نہیں کر سکتا۔ کہ کوئی بھی غلطی ہمارے مدرسہ احمدیہ کے طلباء نہ کریں۔ کیونکہ تمام الفاظ کوئی عرب بھی صحیح طور پر ادا نہیں کر سکتا۔ اور ہم بھی اُردو کے تمام الفاظ صحیح طور پر نہیں بول سکتے۔ مگر غلطی اتنی برداشت کی جا سکتی ہے۔ جو دوسری الفاظ میں چھپی ہوئی ہو۔ اور سننے والوں کو گراں نہ گذرے مگر میں نے دیکھا ہے۔ اس ایڈریس کے وہ الفاظ جن کو صحت کے ساتھ ادا کرنے کی ضرورت تھی۔ ان میں سے ۷۵ فیصدی غلط پڑھے گئے۔ اور ایسے موقعہ پر پڑھے گئے۔ جبکہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مدرسہ کے ہیڈ ماسٹر ہیں۔ جن کے سامنے اگر کوئی غلط لفظ بولے۔ تو مجلس میں ہی ٹوک دیتے ہیں۔ میری زبان پر چند الفاظ غلط چڑھے ہوئے ہیں۔ میں جب ان الفاظ میں سے کوئی بولنے لگتا ہوں۔ تو دیکھ لیتا ہوں۔ مولوی صاحب تو سامنے نہیں ہیں ؎

پس اس بات کی احتیاط ہونی چاہیئے۔ کہ لہجہ اور تلفظ صحیح ہو۔ پھر مجھے

ایڈریس کے مضمون پر بھی اعتراض

ہے۔ اس میں وہی طریق اختیار کیا گیا ہے۔ جو آریوں اور عیسائیوں نے دیگر مذاہب کے مقابلہ میں اختیار کر رکھا ہے۔ حالانکہ یہ ہمارے سلسلہ کی خصوصیت ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا احسان ہے۔ کہ آپ نے ہمیں سکھایا ہے۔ کسی کی تعریف کے لئے ضروری نہیں۔ کہ دوسروں کی مذمت کی جائے۔ مگر اس ایڈریس میں ایسے الفاظ ہیں۔ جن میں ماسٹر محمد الدین صاحب کے کام کی تعریف کرتے ہوئے دوسروں کی مذمت کی گئی ہے یہ خلاف تہذیب بات ہے۔ یوں بھی طالب علموں کا یہ حق نہیں۔ کہ بڑوں پر جرح کریں۔ کجا یہ کہ علی الاعلان ان کی مذمت کریں اگر صرف یہ کہدیا جاتا۔ کہ آپ کا کام اپنے زمانہ میں اچھا رہا اور دوسروں کے کام سے بڑھا کر نہ پیش کیا جاتا۔ تو بھی بات پوری ہو سکتی تھی۔ دوسروں کے زمانہ کا سوال ایسا ہے کہ پھر دوسرے بھی جواب دینے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ ہر ایک کی تعریف کرنے والے کچھ نہ کچھ لوگ ہوتے ہیں۔ اور جب کسی کی مذمت کرتے ہوئے دوسرے کی مدح کی جائے تو دوسرے اس کی مذمت پر اُتر آتے ہیں۔

پھر ایڈریس میں ماسٹر محمد الدین صاحب کی

ہجو ملیح

بھی کی گئی ہے۔ اور وہ یہ کہ وہ امریکہ میں تبلیغ نہیں کرتے رہے بلکہ لوگوں کو پڑھاتے رہے ہیں۔ یہ بات اس طرح کہی گئی ہے گویا کہنے والے خود وہاں موجود تھے۔ اور مجھے یہ بات معلوم نہ تھی۔ جواب بتائی گئی ہے۔ دراصل اپنی چادر سے زیادہ پاؤں پھیلائے گئے ہیں۔ اگر یہ بات صحیح بھی ہو۔ کہ ماسٹر صاحب وہاں لوگوں کو پڑھاتے رہے ہیں۔ تو یہ غلط ہے۔ کہ انہوں نے کسی اور طریق سے تبلیغ نہیں کی ؎

اس کے بعد مجھے ماسٹر صاحب کی تقریر کی دو باتوں کی تشریح کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ ایک تو انہوں نے

یورپ کی رواداری

کا ذکر کیا ہے۔ اس میں شبہ نہیں۔ کہ جب کوئی یورپ میں جاتا ہے۔ تو اس پر یہی اثر ہوتا ہے۔ جو ماسٹر صاحب پر ہوا۔ کیونکہ وہ لوگ بحث مباحثہ سے آگے نکل گئے ہیں۔ یہ اچھی بات ہے۔ اس کی نقل کرنی چاہیئے۔ مگر اس سے غلط نتیجہ نہیں نکالنا چاہیئے۔ میں بتاتا ہوں۔ کہ ہماری بحث اور یورپ کی رواداری میں کیا فرق ہے۔ جب انسان سمجھتا ہے۔ کہ خطرہ میں ہوں تو چڑچڑا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ یہ عام بات ہے کہ بیمار آدمی چڑچڑے ہوتے ہیں۔ وجہ یہ کہ وہ سمجھتے ہیں۔ ہم تکلیف اُٹھا رہے ہیں اور رشتہ دار ہماری فکر نہیں کرتے۔ مگر تندرست آدمی ہشاش بشاش ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتا ہے۔ میں خطرہ میں نہیں ہوں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات پر بحث کی ہے۔ اور میں نے گذشتہ سالانہ جلسہ کے موقعہ پر یہ بات بیان کی ہے کہ

اخلاق کی خوبی

عقل اور قدرت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یہی چیز جانوروں میں عقل کے ماتحت نہیں آتی۔ بلکہ طبعی تقاضے کے ماتحت آتی ہے۔ عام طور پر جتنے اخلاق نظر آتے ہیں۔ ان کا اکثر حصہ انسانوں میں طبعی تقاضے کے ماتحت ہوتا ہے۔ لیکن اس لئے کہ خدا نے انسان کو قدرت دی ہے۔ اور ہم حسن ظنی کرتے ہیں۔ کہ قوت فکریہ سے کام لیکر انسان نے کام کیا ہے۔ کہتے ہیں۔ اس نے اخلاق سے کام لیا۔ ورنہ اگر حقیقت میں لوگوں میں اعلیٰ اخلاق پیدا ہو جائیں۔ تو وہ رُوحانی انسان بن جائیں ؎

بات یہ ہے۔ کہ اقوام ترقی میں اس مقام پر نہیں پہنچا کہ یہاں کے لوگوں نے اپنے خیالات کی بنا تحقیق اور تدقیق پر رکھی ہو۔ وہ سمجھتے ہیں۔ ہمارے خیالات آبائی ہیں۔ اور ذرا ان پر مخالف روشنی پڑی۔ تو ان کے نقائص ظاہر ہو جائیں گے۔ لیکن

قومی وطنی اور رشتے کا میلان

انہیں مجبور کرتا ہے۔ کہ ان خیالات کو چھوڑیں نہیں اس وجہ سے جب وہ کوئی ایسی بات سنتے ہیں۔ جس کے متعلق سمجھتے ہیں کہ انہیں آبائی خیالات سے ہٹانے والی ہے۔ تو اس کے خلاف کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پس چونکہ عام طور پر

ہمارے ملک کی مذہبی حالت

فکر اور عقل کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ آبائی تقلید ہے۔ اور لوگ دلوں میں محسوس کرتے ہیں۔ گو زبانی اقرار نہ کریں۔ اور ممکن ہے۔ بعض دفعہ اپنے نفس میں بھی اقرار نہ کریں۔ مگر بات یہی ہے۔ کہ وہ سمجھتے ہیں ہمارا عقیدہ ورثہ ہے۔ جب اس پر روشنی پڑی۔ تو ضروری ہے۔ کہ ہم اس کے چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں۔ اس احساس نے انکو چڑچڑا بنا دیا ہے۔ لیکن یورپ کے لوگوں نے علمی ترقی سے اپنا پہلا مذہب باطل قرار دیدیا ہے۔ اور اعمال اور اصول کو علیحدہ علیحدہ کر دیا ہے۔ اس طرح انہوں نے اپنے لئے وسیع رستہ بنا لیا ہے کہ عیسائی بھی کہلائیں۔ اور عیسائیت کی کسی بات پر عمل بھی نہ کریں۔ انہوں نے اپنے تمدن کو توڑنے کے بغیر یہ تھیوری قائم کر لی ہے کہ کریڈ الگ چیز ہے۔ اور ریلیجن الگ۔ ریلیجن کے معنے تو ہیں۔ قربانی اور محبت۔ اور کریڈ یہ ہے۔ کہ گرجا جاؤ۔ عبادت کرو۔ اور احکام پر عمل کرو۔ یہ باتیں اگر بدلتی جائیں۔ تو کوئی حرج نہیں ہے ؎

یورپ اور امریکہ کا عام مذہب

یہی ہے۔ اس تحقیق کے بعد چونکہ ان کے ذہن نشین یہ بات ہو گئی ہے۔ کہ جو بات ہم نے دریافت کی ہے۔ بالکل صحیح ہے اور بوجہ اپنے ظاہری غلبہ کے سمجھتے ہیں۔ جس بات پر ہم پہنچے ہیں وہی صحیح ہے۔ اسی لئے ساری دنیا کو ہم نے فتح کر لیا ہے اور دنیا ہماری نقل کر رہی ہے۔ اس لئے وہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں اپنی جگہ سے ہٹانا ناممکن ہے۔ اور اس وجہ سے وہ چڑچڑا پن نہیں دکھاتے۔

اس کی مثال اس بلی کی سی ہے۔ جو چوہے کو پکڑ کر چھوڑ دیتی۔ اور اطمینان سے بیٹھ رہتی ہے۔ اسے ہم بااخلاق نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ وہ جانتی ہے کہ جس وقت چاہونگی۔ چوہے کو پکڑ لونگی۔ وہ مجھ سے بچ کر کہاں جا سکتا ہے۔ اس وجہ سے وہ بیفکر ہو جاتی ہے۔ پس اہل یورپ و امریکہ میں رواداری ہے۔ مگر

حقیقی رواداری نہیں

ہے۔ حقیقی رواداری وہ ہوتی ہے۔ جو انسان اس وقت کرتے۔ کہ وہ کوئی بات حق ثابت ہو جانے پر قبول کر لینے کے لئے تیار ہو۔ مگر یورپین رواداری اس طرح دکھاتے ہیں کہ اپنی جگہ کو نہیں چھوڑنا۔ خواہ کوئی کچھ ثابت کرے۔ ایسے لوگ اب ہندوستان میں بھی پیدا ہو رہے ہیں۔ ان سے کتنی باتیں کریں۔ وہ ہنسنے رہنگے خوشی کا اظہار کرینگے۔ تعریف بھی کرینگے۔ مگر مانیں گے کچھ نہیں۔ یہ رواداری ظاہری حالت میں اچھی نظر آتی ہے۔ مگر اس کا نتیجہ

یہ ہوتا ہے۔ کہ ایسے لوگ کچھ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ جب انہیں کوئی بات سمجھائی جائے۔ تو کہتے ہیں۔ اچھی بات ہے۔ بہت عمدہ ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ تمہارے لئے اچھی اور عمدہ ہے ہمارے لئے نہیں۔ اس وجہ سے یہ رواداری بھی ایسی ہی ہے۔ جیسے ہندوستان کے لوگوں کی کج بحثی۔ کیونکہ اس کا نتیجہ بھی یہی ہوتا ہے۔ کہ میں تمہاری بات سننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ خواہ وہ کیسی ہی معقول ہو۔

اس کے مقابلہ میں

اسلام کی رواداری

یہ ہے۔ کہ مذہبی طور پر خواہ اختلاف ہو۔ دنیاوی طور پر ہر طرح ساتھ دینے اور امداد کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ ہمیں اس رواداری پر عمل کرنا چاہیئے۔ نہ کہ یورپ والی رواداری پر۔ کیونکہ وہ حق کے قبول کرنے سے محروم کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ یورپ والے یہ تو کہتے ہیں۔ تمہاری باتیں اچھی ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں۔ ہمیں ضرورت نہیں کہ مانیں ؛

ماسٹر صاحب کی تقریر سے شاید کسی کو ایک اور دھوکہ بھی لگو اور وہ

دیگر مذاہب کا مطالعہ

کرنے کے متعلق ہے۔ یہ ایسی بات ہے۔ کہ میں خود اس کے متعلق زور دیا کرتا ہوں۔ کیونکہ خود مطالعہ کرنے سے بہت سی باتیں ایسی نظر آتی ہیں۔ جنہیں عام طور پر برا سمجھا جاتا ہے۔ مگر اصل میں وہ ٹھیک ہوتی ہیں۔ میں نے دیگر مذاہب کی کتب کے مطالعہ سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ اور اس سے مجھ پر یہ صداقت اور زیادہ وضاحت کے ساتھ ظاہر ہو گئی ہے۔ کہ تمام قوموں میں نبی آتے رہے ہیں۔ تو مطالعہ کرنا بہت مفید اور ضروری ہے۔ مگر ماسٹر صاحب نے

کمپیریٹو ریلیجس

کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے۔ اس کی نسبت میں ہوشیار کرنا چاہتا ہوں۔ کمپیریٹو ریلیجس خود ایک مذہب ہے۔ بے شک اس مذہب کے پیرووں نے کہا ہے۔ کہ سب مذاہب میں سچائی ہے۔ مگر وہ ایک خاص مقصد کے لئے یہ بات کہتے ہیں۔ اور ان لوگوں کی کتابوں کے پڑھنے سے بھی کوئی آزاد رائے قائم نہیں کر سکتا۔

ان کی تھیوری یہ ہے۔ کہ انسانی دماغ نے حالات اور ان کے ماتحت کچھ اصول تجویز کئے ہیں۔ اس وجہ سے ان کی کوشش یہ ہوتی ہے۔ کہ ابتدائی صداقتوں اور سچائیوں کو مخفی کریں۔ وہ کہتے ہیں۔ ابتدا میں سچائیاں نہ تھیں۔ مثلاً توحید کے متعلق زور دیتے ہیں۔ کہ یہ ابتدا میں نہ تھی۔ کیونکہ اگر یہ مانا جائے کہ توحید پہلے تھی۔ اور شرک بعد میں پیدا ہوا۔ تو ان کی

تھیوری کی بنیاد

بالکل اڑ جاتی ہے کہ دماغ نے حالات کے ماتحت ترقی کر کے اصول تجویز کئے ہیں۔ ان کی کتب سے بھی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے تلاش اور جستجو کر کے ہر ملک کے مذہب کے حالات لکھے ہیں اور ہر ایک آدمی کو وہ سامان میسر نہیں آ سکتے۔ اس طرح ان کی کتابیں مفید بھی ہو سکتی ہیں۔ ان کی کتب کو بھی پڑھا جائے۔ مگر ایسے بھی علیحدہ مذہب قرار دیجئے۔ ان کے بھی بہت سے اصول ایسے ہیں۔ جو اسی طرح اسلام کے خلاف ہیں جس طرح عیسائیت اور آریہ مذہب کے ہیں۔ پس مذاہب کی تحقیقات نہایت ضروری ہے۔ اور میں نے کبھی کسی غیر مذہب کے متعلق کوئی بات نہیں مانی۔ جب تک خود اس مذہب کی کتاب میں دیکھ نہ لوں۔ کیونکہ ہر مذہب کا حق ہے کہ اس کی اصل بات دیکھی جائے۔ اور پھر اگر وہ قابل اعتراض ہو۔ تو اعتراض کیا جائے۔ لیکن جس طرح کسی کو یہ حق نہیں کہ قرآن کریم کے متعلق کسی آریہ سے کوئی بات سن کر یا کسی مولوی سے کوئی بات معلوم کر کے اس کے متعلق فیصلہ کرے اسی طرح ہمیں بھی نہیں ہونا چاہیئے کہ کسی کے کہنے سے کسی امر کا فیصلہ کیا جائے۔ کیونکہ وہ بھی اپنا خیال رکھتا ہے۔ پس

ہر ایک مذہب کا مطالعہ

ضروری ہے۔ اور غیر متعصبانہ طور پر مطالعہ ضروری ہے۔ اس سے کئی باتوں کے متعلق صحیح علم حاصل ہو جاتا ہے۔ میں نے اسی جلسہ کے موقعہ پر جو جمعہ آیا تھا۔ اس کے خطبہ میں ایک ایسی بات عیسائیت کے متعلق بیان کی تھی۔ جس پر لوگ اعتراض کیا کرتے ہیں۔ اور اب بھی اگر اس کی تشریح نہ کی جائے۔ تو قابل اعتراض ہی سمجھیں۔ مگر اس کے اندر ایک حقیقت تھی۔ وہ بات حضرت مسیح کی

انجیر کے درخت پر لعنت

کرنا ہے۔ یہ شام کے درختوں میں سے ایک درخت ہے اور خصوصیت سے اس علاقہ میں کثرت سے پایا جاتا ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام رہتے تھے۔ انہیں کوئی نبی نہ مانتے۔ مگر پھر بھی یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ ان جیسا ایک آدمی غیر موسم میں انجیر کے درخت کے پاس چلا جائے۔ اور اس پر پھل تلاش کرے۔ اور جب کچھ نہ ملے تو اس پر لعنت کرنے لگے۔ کیا ہمارا ایک بچہ بھی اس موسم میں جبکہ آم کے ساتھ آم نہیں لگتے۔ آم کے درخت کے پاس آموں کے لئے جائیگا۔ اگر نہیں۔ تو وہ کس طرح چلے گئے۔ دراصل اس سے مراد

تمثیلی کلام

ہے۔ اور انجیر سے مراد یہود کی قوم ہے۔ ایک پھلدار درخت کی قدر و قیمت اس کے پھل سے ہی ہوتی ہے۔ ایک آم کا درخت اگر پھل دیتا ہے تو آم کا درخت ہے۔ ورنہ جلانے کے قابل لکڑی ہے۔ یہی بات یہود کو حضرت مسیح نے اس تمثیل میں سمجھائی۔ کہ جب تک الہام کا سلسلہ یہود میں جاری رہا۔ وہ زندہ قوم رہی۔ اور جب یہ بند ہو گیا۔ تو وہ کسی کام کی نہ رہی۔ انہوں نے انجیر کے درخت کی طرف دیکھا۔ اور تمثیلی طور پر کہا۔ دیکھو یہ پھل نہیں دیتا۔ اسوقت یہودی لوگ گردہ ان کے ساتھ تھا انہیں بتایا کہ ایسی حالت میں تم لعنتی ہو۔ جب اپنے مذہب کا کوئی پھل نہیں لاتے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی ان لوگوں پر لعنت کی ہے۔ جو امت محمدیہ میں تیس دجال تو مانتے ہیں۔ لیکن ایک مسیح نہیں مانتے۔ تو یہ ان کا تمثیلی زبان میں کلام تھا۔

غرض ہر مذہب کی تعلیم کو اگر انسان اس نقطہ نگاہ سے دیکھے۔ جس سے اپنے مذہب کی تعلیم کو دیکھتا ہے۔ تو بہت سی باتوں کا حل اسے مل جائے۔ کئی لوگ دیگر مذاہب کی کتب اس ڈر سے نہیں دیکھتے۔ کہ شاید اس مذہب کی خوبیاں دل پر اثر کر جائیں۔ مگر میرے نزدیک یہ بزدلی ہے۔ میں ہر مذہب کی کتب کو بڑی دلیری اور جرأت سے پڑھتا ہوں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اگر ان کتابوں کا ایک ایک لفظ بھی خوبی بن جائے۔ تو بھی ان کی خوبیاں قرآن کریم کی خوبیوں سے بڑھ نہیں سکتیں۔ میں کبھی کسی مذہب کی کتاب اس نیت سے نہیں پڑھا کرتا۔ کہ اس پر اعتراض کروں۔ بلکہ اس لئے پڑھتا ہوں کہ اس میں سے خوبی معلوم کروں۔ اس طرح

قرآن کریم کی اور بھی زیادہ فضیلت

ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کی خوبیاں ان کی خوبیوں کے مقابلہ میں بڑھ کر ہوتی ہیں۔ اور بڑائی یہی ہے کہ دوسروں کی خوبیوں سے بڑھ کر خوبیاں ہوں۔ نہ یہ کہ دوسروں میں نقص قرار دیکر اپنی خوبی بتائی جائے۔ ایک لولے لنگڑے کو گرا لینا بہادری نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک طاقتور اور زوردار کو گرانا بہادری ہوتی ہے۔ میں نے دیکھا ہے۔ انگریز گذشتہ جنگ میں جس مقام پر شکست کھاتے وہاں کی فوج کی بھی بڑی تعریف کرتے کہ بڑی بہادر قوم ہے۔ اس سے یہ بتانا مقصود ہوتا تھا۔ کہ ہم نے یونہی شکست نہیں کھائی ہمارے مقابلہ میں بڑی بہادر قوم تھی۔ اور جس پر فتح پاتے۔ انکی بھی بہت تعریف کرتے +

پس ہر مذہب کی کتب کو اس طرز سے پڑھنا چاہیئے

جس طرز پر اپنی کتب پڑھی جاتی ہیں۔ مثلاً قرآن کریم میں جہاں نمل کا ذکر آتا ہے۔ وہاں ہم کہتے ہیں۔ اس سے چیونٹی مراد نہیں بلکہ ایک قوم کا نام ہے اسی طرح ویدوں کے منتروں کی بھی کوئی توضیح کی جائے تو اسے تسلیم کرنا چاہیئے۔ اور دیگر مذاہب کی خوبیاں تسلیم کر کے ان سے زیادہ

اسلام کی خوبیاں

ثابت کرنی چاہئیں ؛

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے مسلمانوں کا یہ عقیدہ تھا کہ صرف قرآن کریم میں خوبیاں ہیں۔ اور کسی مذہب میں نہیں۔ لیکن جب دیگر مذاہب والوں نے یہ دکھا دیا۔ کہ جس طرح اسلام میں حکم ہے سچ بولو۔ اسی طرح ہمارے مذہب میں بھی یہی حکم ہے تو یہ خوبی صرف اسلام میں نہ رہی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس

نقطۂ نگاہ کو بدل دیا

ہے اور بتایا۔ کہ دیگر مذاہب میں بھی خوبیاں ہیں۔ لیکن اسلام میں ان سے بڑھ کر ہیں۔ مثلاً آپ نے بتایا۔ کہ اسلام اخلاق اس کو نہیں قرار دیتا۔ جو تہذیب و تمدن کی مجبوری کے ماتحت فعل کیا جائے۔ یہ تو

طبعی تقاضا کے ماتحت ہوتے ہیں۔ اخلاق وہ ہے۔ جو قوتِ فکریہ کے ماتحت ظہور میں آئے۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی مدنظر ہو۔ کہ بنی نوع کی بھلائی ہو۔ اور دوسرے کے مقابلہ میں اپنی قربانی کی جائے۔ بشرطیکہ انسان کی روحانیت کی قربانی نہ ہو*

اس تعریف کے مقابلہ میں یورپ نے اخلاق کی جو تعریف کی ہے۔ وہ ادنےٰ رہ جاتی ہے۔ پہلے وہ کہتے تھے۔ جس چیز سے زیادہ فائدہ پہنچتا ہو۔ وہ اچھی ہوتی ہے۔ اب یہ کہتے ہیں۔ کہ جس چیز سے زیادہ فائدہ ہو۔ اور ساتھ ہی قومی فائدہ بھی ہو۔ وہ اچھی ہے۔ مگر پھر بھی اسلام نے جو تعریف کی ہے۔ اس سے یہ ادنےٰ ہے*

تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس نقطۂ نگاہ کو بدل دیا ہے۔ کہ صرف اسلام میں خوبیاں ہیں۔ اور یہ اصل قرار دیا ہے۔ کہ دوسروں کی خوبیاں تسلیم کرنی چاہئیں۔ اور پھر قرآن کی خوبیاں اعلےٰ ثابت کرنی چاہئیں*

اصول تفسیر کے متعلق

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ ایک نکتہ بیان فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہم قرآن کریم کی جو تفسیر کرتے ہیں۔ وہ اعلیٰ ہوتی ہے۔ ایک غیر احمدی اگر قرآن کریم میں کوئی خوبی دیکھتا ہے۔ تو اس بات پر اچھل پڑتا ہے۔ کہ یہ کسی اور مذہب میں نہیں۔ مگر چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا ہے۔ کہ دوسرے مذاہب میں بھی خوبیاں ہیں۔ اس لئے ہم ان کی خوبیوں سے بڑھ کر اسلام کی خوبیاں دیکھنے کے لئے گہرا مطالعہ کرتے۔ اور اعلیٰ خوبیاں معلوم کر لیتے ہیں۔ اس وجہ سے ہم قرآن کریم کی جو تفسیر کرتے ہیں۔ وہ اعلیٰ ہوتی ہے۔ غرض قرآن کریم کے مطالعہ کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے

گُر اور نکتے

بتائے ہیں۔ کہ ان کی اتباع کرنے سے ایسے اعلیٰ نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ جو مخالف کسی صورت میں پیدا کر ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ ان کا نقطۂ نگاہ اور ہے۔ اور ہمارا اور ہے۔ پس دوسرے مذاہب کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اور کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ ان کی زیادہ سے زیادہ خوبیاں معلوم ہوں۔ تاکہ ان سے بڑھ کر قرآن کریم کی خوبیاں بتائی جا سکیں۔ اس سے میں نے اتنا فائدہ اٹھایا ہے۔ کہ جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا*

ارادہ تو یہ تھا۔ آج کل پڑھانا بھی چھوڑ دوں۔ کیونکہ گلا پڑا ہوا ہے۔ اور بولنے سے تکلیف بڑھ جاتی ہے۔ مگر مدرسہ کی جو کاپیاں سنا ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ماسٹر محمد دین صاحب بہانہ زیادہ بولنے اور لیں بھی*

نظم

جلسہ سالانہ میں روحانی شمولیت

(۔۔۔)

احمدی اب ہو رہے ہیں دہگرائے قادیان
چٹکیاں لیتا ہے میرا دل برائے قادیان

باندھ کر پر مجھ کو کر رکھا ہے محصور حصار
شوق کہتا ہے کہ اڑ چل کھا ہوائے قادیان

قادیان کے گھاٹ پر اب جمع صد احباب ہیں
کرتا ہے سیراب انہیں آب بقائے قادیان

تشنہ لب اک میں پڑا ہوں خشک ریگستان میں
دور تر از چشمہ آب صفائے قادیان

میرے اندر کشمکش جب دیر تک جاری رہی
اور حد سے بڑھ گیا شوق لقائے قادیان

روح بولی جسم سے تو بیٹھ پابستہ ہے تو
میں تو ہوں آزاد کیوں چھوڑوں فضائے قادیان

فاصلہ اور وقت میرے واسطے سب ہیچ ہیں
وہ نظر آتے ہیں مجھ کو کوچہ ہائے قادیان

مجلس دلبر میری آنکھوں میں سب پھرنے لگی
سامنے آنکھوں کے تھے نظارہ ہائے قادیان

کی بزرگوں کی زیارت دوستوں کی بازدید
مصدر انوار دیکھے کربلائے قادیان

رد تقلید دیکھیں مزے لوٹے نصائح بھی سنے
خوب جی بھر کر سنے سب نغمہ ہائے قادیان

پھر خیال آیا کہ پیچھے بھی ہے اک میرا رفیق
یعنی جسم زار مقتولِ ادائے قادیان

لوٹ آئی روح پایا جسم کو مدہوش سا
پھر سنائے شوق سے سب قصہ ہائے قادیان

دی تسلی یہ کہ ہر مشکل کی آسانی بھی ہے
تو دعا کر اور حاصل کر دعا ہائے قادیان

کر رہا ہوں دوستوں سے اب دعا کی التجا
اور دعا میں یاد رکھیں رہنمائے قادیان

ہے دعا میری یہی مجھ پر خدا کا فضل ہو
پھر دکھائے قادیان مجھ کو خدائے قادیان

(خاکسار ملک مولا بخش از حصار)

بہائی مذہب کی حقیقت پر ریویو

جناب خواجہ عباد اللہ صاحب اختر بی۔ اے نے مندرجہ عنوان کتاب پر حسب ذیل الفاظ میں اپنی رائے ظاہر فرمائی ہے۔

"میں نے کتاب "بہائی مذہب کی حقیقت" شروع سے آخر تک مطالعہ کی۔ میری رائے میں ہر ایک شخص جو بہائی مذہب و عقائد سے واقف ہونا چاہتا ہے۔ اور بالخصوص ہر ایک مسلمان جو معلوم کرنا چاہتا ہے۔ کہ بہائی مذہب اور اسلام میں کیا فرق ہے اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرے۔ جو مولوی فضل الدین صاحب نے تالیف فرمائی ہے۔ مولوی صاحب نے تحقیق کا حق ادا کر دیا۔ اور اس پر محنت شاقہ صرف کی ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کی سعی مشکور فرمائے لیکن میری رائے میں ضرورت ہے۔ کہ ان دلائل پر بھی مفصل بحث کی جائے۔ جو اہل بہاء اللہ اپنے مشن کی تائید میں قرآن مجید کی آیات سے پیش کرتے ہیں۔ جن کا حوالہ اسی کتاب میں بحوالہ بحر العرفان وغیرہ دیا گیا ہے۔ مناسب ہے۔ کہ اس کتاب کا دوسرا حصہ اسی موضوع کے لئے وقف ہو۔ اس کے بعد میری رائے میں پھر کسی مسلمان کو اس امر کی ضرورت نہ ہوگی۔ کہ بہائی مذہب کے متعلق کچھ لکھے*

(بندہ اختر۔ پاک پٹن)

اشتہارات

سفوف مجرب

یہ سفوف وجع المفاصل وجع الورک عرق النساء اور نقرس کیلئے بارہا تجربہ میں آچکا ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے۔ وجع المفاصل جوڑوں کے درد کو کہتے ہیں۔ اگر پاؤں کی ایڑی اور انگلیوں میں درد ہو۔ تو اس کا نام نقرس ہے۔ اور بیماری اگر سرین کے جوڑ میں درد ہو تو اس کو وجع الورک سمجھنا چاہیئے۔ اور اگر وہاں سے گذر کر گھٹنے تک پہنچے۔ تو اس کو عرق النساء کہتے ہیں۔ اسکے فقط ایک ہفتہ کے استعمال سے شافی مطلق کے حکم سے کامل صحت ہو گی۔ قیمت علاوہ محصولڈاک مبلغ چھ روپے (لے) پرچہ ترکیب استعمال دوائی کے ہمراہ ارسال ہوتا ہے۔ المشتہر:-

مینجر اکسیر الاجسام دار الفضل قادیان۔ دارالامان ضلع گورداسپور

سول انجینئرنگ کالج کپور تھلہ، زیر سرپرستی و امداد

ہز ہائی نس عالی جناب مہاراجہ صاحب بہادر دام اقبالہ۔ سال گذشتہ میں کالج ہذا کو ریاست نے ریکگنائزڈ کر لیا ہے۔ یہاں کے طلباء گورنمنٹ کے ہر محکمہ میں مختلف تنخواہوں پر اس وقت کام کر رہے ہیں۔ بہت سے اخبارات معززین اور انجینئرز کے علاوہ ڈائرکٹر جنرل ملٹری ورکس انڈیا ایجوکیشنل کمشنر انڈیا گورنمنٹ کے ایسے جلیل القدر حکام نے یہاں کی تعلیم، ضبط، نظم و نسق اور سٹاف کی تعریف فرمائی ہے۔ سب اوورسیئر، اوورسیئر اور سب انجینئرز کلاسز کیلئے پراسپکٹس، ملازم شدہ طلباء کی فہرست معہ حکام کے سرٹیفکیٹ کے مینجنگ ڈائرکٹر صاحب سے مفت مل سکتی ہیں۔

مقوی دانت منجن

منہ کی بو دور کرتا ہے۔ دانتوں کی جڑیں کیسی ہی کمزور ہوں۔ دانت ہلتے ہوں۔ گوشت خورہ سے تنگ آگئے ہوں دانتوں سے خون آتا ہو۔ یا پیپ آتا ہو۔ دانتوں میں میل جمتی ہو۔ اور زرد رنگ رہتے ہوں۔ اور منہ میں پانی زیادہ آتا ہو۔ اس منجن کے استعمال سے یہ سب نقص دور ہو جاتے ہیں۔ اور دانت موتی کی طرح چمکتے ہیں۔ اور منہ خوشبودار رہتا ہے۔ فی شیشی ۱۲ ار

مفرح عروس زندگی

معدہ کے تمام نقصوں کو دور کرنے والی۔ مقوی دماغ۔ محافظ روشنی چشم۔ نسیان کی دشمن۔ جگر کو طاقت دینے والی۔ جوڑوں کے درد و نقرس کے درد، سینہ کو مضبوط بنانے والی۔ مقوی اعضاء رئیسہ دوائی ہے۔ اس کا روزانہ استعمال صحت کا بیمہ ہے۔ قیمت فی ڈبیہ عہ

حب اٹھرا

(۱) جن عورتوں کے حمل گر جاتے ہوں (۲) جن کے بچے پیدا ہو کر مر جاتے ہوں۔ جن کے ہاں اکثر لڑکیاں پیدا ہوتی ہوں۔ (۴) جن کے گھر اسقاط کی عادت ہو گئی ہو۔ (۵) جن کے بانجھ پن کمزوری رحم سے ہو۔ (۶) جن کے بچے کمزور بدصورت پیدا ہوتے ہوں۔ اور کمزور ہی رہتے ہوں ان کے لئے ان گودھری گولیوں کا استعمال اشد ضروری ہے۔ قیمت فی تولہ عہ۔ تین تولے کے لئے محصولڈاک معاف۔ ۶ تولہ تک خاص رعایت۔

سرمہ نور العین

اس کے اعلےٰ اجزا موتی و مامیرا ہیں۔ اور یہ ان امراض کا مجرب علاج ہے۔ آنکھوں کی روشنی بڑھانے والا دھند، غبار، جالا، ککرے، خارش، ناخونہ، پھولا، ضعف چشم، پڑبال کا دشمن ہے۔ موتیابند کو دور کرتا ہے۔ آنکھوں کے سپید دریا پانی کے روکنے میں بے مثل ہے۔ پلکوں کی سرخی اور موٹائی دور کرنے میں بینظیر تحفہ ہے۔ گلی سڑی پلکوں کو تندرستی دینا۔ پلکوں کے گرے ہوئے بال از سر نو پیدا کرنا اور زیبائش دینا خدا کے فضل سے اس پر ختم ہے۔ قیمت فی تولہ عار

المشتہر

نظام جان عبد اللہ جان معین الصحت قادیان

اشتہارات

نئے سال کے نئے تحفے

بکڈپو تالیف و اشاعت قادیان نے اس سال احباب احمدیہ کی خاطر مندرجہ ذیل نادر و لاجواب کتابیں بصرف زر کثیر شائع کی ہیں۔ دوستوں پر لازم ہو کہ انہیں خریدیں۔ پڑھیں اور دوسروں کو پڑھائیں۔

تصانیف حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نور القرآن حصہ اوّل قرآن کریم کا من جانب اللہ ہونا۔ صداقت اسلام و نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت اور عیسائیت و دیگر ادیان باطلہ کا رد۔ قیمت ۲ر

نور القرآن حصہ دوم اسلام کی سچائی اور عیسائیت کا لاجواب رد۔ پادریوں کے مشہور اعتراضوں کی تردید۔ اور نبی کریم صلعم کا معصوم اور نبی ہونا براہین نیرہ سے ثابت کیا ہے۔ ۴ر

پرانی تحریریں تین معرکۃ الآرا مضامین (۱) وید و فرقان کا مقابلہ۔ (۲) الہام کی حقیقت (۳) آریوں کے مسئلہ قدامت روح و مادہ کی تردید۔ قیمت ۳ر

ستارہ قیصریہ ملکہ معظمہ وکٹوریا کو تبلیغ اسلام اور اپنے دعویٰ ماموریت کی تبلیغ۔ ۱ر

روئداد جلسہ دعا سورہ والناس کی تفسیر۔ گورنمنٹ انگریزی کے احسانات کا ذکر۔ اطمینان عبادت کی چار شرطوں کا ذکر۔ جہاد کا اصل مطلب وغیرہ۔ ۳ر

ریویو بر مباحثہ محمد حسین بٹالوی و عبداللہ چکڑالوی قرآن کریم۔ تعامل۔ حدیث اور فقہ کے مراتب اور ہر ایک کے متعلق سچا فیصلہ کہ ان سے کون کس پر مقدم ہے۔ ۲ر

کشتی نوح یہ چوتھی بار بڑے اہتمام سے شائع کی گئی ہے۔ اب کے اس میں سو صفحہ کا انڈکس اور فہرست مضامین بھی لگایا گیا ہے۔ حضرت اقدس کی پاک تعلیم کا مطالعہ کرنے والوں کو اس کا پڑھنا لازمی ہے۔ ۶ر

تقریر و تصنیف حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ

ہستی باریتعالیٰ یہ وہ معرکۃ الآرا مضمون ہے۔ جو حضور نے جلسہ سالانہ ۱۹۲۱ء میں بیان فرمایا تھا۔ اور جس کیلئے دوست مدت سے چشم براہ تھے۔ اور جس کے جلد سے جلد شائع کرنے کا تقاضا کیا کرتے تھے۔ اب بعد از نظر ثانی پہلی دفعہ نہایت اہتمام سے چھپوا کر شائع کیا گیا ہے۔ مضمون کی تعریف یا اس کی اہمیت بتلانے کی ضرورت نہیں۔ حضرت فضل عمر ایدہ اللہ کا طرز استدلال اور اہم سے اہم اور نازک ترین مسائل کو آسان اور عام فہم طریق پر بیان کرنا مخفی نہیں۔ اسلئے دوستوں پر لازم ہے۔ کہ وہ اسے خریدیں۔ پڑھیں اور دیکھیں۔ کہ مضمون کو کس خوبی اور لاجواب طرز پر نبھایا ہے۔ اور اس تمام مسائل سے اہم ترین مسئلہ کو حضور نے ہمارے لئے کس قدر عام فہم اور سہل کر دیا ہے۔ کہ پڑھتے ہی فوراً سمجھ آ جائے۔ پرستان توحید کو اس کا مطالعہ نہ صرف ضروری بلکہ فرض ہے۔ حجم ۲۰۸ صفحہ عہ

حقیقۃ النبوۃ یہ تصنیف لطیف احباب کی طلب اور بصرف زر کثیر دوسری مرتبہ شائع کی گئی ہے۔ اس میں مسئلہ نبوت کے ہر پہلو پر مبسوط بحث کی گئی ہے۔ حجم ۳۰۰ صفحہ سے زیادہ۔ مگر قیمت صرف عہ

اسلام اور قتل مرتد مصنفہ حضرت مولانا مولوی شیر علی صاحب بی اے۔ یہ وہ ضروری اور محققانہ مضمون ہے۔ کہ جس کا کچھ حصہ الفضل میں بھی شائع ہوا تھا۔ اور جسے اب مکمل کتابی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔

اس میں جہاں یہ ثابت کیا ہے۔ کہ مرتد کے متعلق جو تعلیم اسلام کے نادان دوستوں نے پیش کی ہے۔ وہ اسلام کے منور چہرہ پر نہایت ہی بدنما داغ ہے۔ وہاں قرآن کریم و احادیث نبوی اور دیگر اسلامی لٹریچر سے بھی یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچا دیا ہے کہ اسلام نے ہرگز مذہب میں جبر اور تشدد روا نہیں رکھا۔ قیمت صرف عہ

بہائی مذہب کی حقیقت جناب مولانا مولوی فضل دین صاحب احمدی پلیڈر نے اپنے لمبے اور گہرے مطالعہ اور کمال تحقیق کے بعد تصنیف فرمایا ہے۔ اسمیں بابیوں اور بہائیوں کی مستند اور مسلمہ کتب و تحریرات سے ہی یہ امر واضح کیا ہے۔ کہ یہ فرقہ اسلام سے نہ صرف کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ اسلام کا سخت دشمن ہے۔ حجم ۴۲ صفحہ۔ مگر قیمت عام اشاعت کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف ۱۰ر رکھی گئی ہے۔ دوستوں کو چاہیئے۔ کہ اس کے متعدد نسخے خرید کر اسلامی پبلک میں تقسیم کریں۔ تاکہ اس زہریلی تحریک سے لوگ واقف ہو کر اس کے اثرات سے محفوظ رہیں۔

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب بھی جو اس موقعہ پر اور جگہ سے شائع ہوئی ہیں ہمارے ہاں سے مل سکتی ہیں۔ حدوث روح و مادہ عہ۔ تفسیر القرآن یعنی خزینۃ العرفان جلد ۱ عا۔ مسیح موعود ۳ر۔ مباحثہ سرگودھا ۴ر۔ مباحثہ آریہ سماج ۱ر۔ مباحثہ ختم نبوت ۳ر۔ تفسیر سورہ جمعہ از حضرت خلیفہ اوّل ۳ر۔ احمدیہ نوٹ بک مجلد عہ۔ حمائل نمبر ۱ مجلد عا۔ خزینۃ العلوم ۶ر۔ اسلامی اصول کی فلاسفی ۵ر۔ فرائض مستورات ۱ر۔ صداقت اسلام ۱ر۔ بلائے دمشق ۱ر۔ صادقوں کی روشنی ۵ر۔ پیشگوئی مرزا احمد بیگ ۳ر۔ اسلام عالمگیر مذہب ہے۔ ۳ر

المشتہر

مینجر بکڈپو قادیان ضلع گورداسپور

اشتہار اجلاسی سردار صاحب سردار ارجن سنگھ صاحب بہادر اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اوّل ضلع لودھیانہ

مقدمہ ۵۹۔ کشن سنگھ متوداں تحصیل جگرانوں

بنام

منگل ولد بڈھا۔ چندا سنگھ بروند لپسران بڈھا۔ عمرا ولد کالو مزارعان موروثی۔ دلیپ سنگھ ولد بھائی دھنا سنگھ ولد سندر سنگھ۔ بھولا سنگھ ولد دیا۔ سرون ولد کیسر سنگھ ولد رام دتا۔ ذات جٹ۔ متوداں تحصیل جگرانوں

دعوے اضافہ لگان للعہ سالانہ

مقدمہ مندرجہ صدر میں مدعا علیہم ۲ تا ۸ دیدہ دانستہ حاضری عدالت سے پہلوتہی کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں لہذا بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ اگر مدعا علیہم ۲۶-۱۶ تک حاضر ہو کر پیروی مقدمہ نہ کریں گے۔ تو ان کے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاویگی۔ اور پھر کوئی عذر قابل سماعت نہ ہوگا

آج ہمارے دستخط اور مہر عدالت ہذا سے یہ اشتہار جاری کیا گیا۔ مہر عدالت دستخط حاکم

تریاق چشم (رجسٹرڈ)

چوہدری احمدالدین صاحب پلیڈر امیر جماعت احمدیہ گجرات اور

محبی مرزا حاکم بیگ صاحب موجد تریاق چشم گڑھی شاہدولہ گجرات میں نے آپ کا ایجاد کردہ تریاق چشم آزمایا۔ میں نے اس کو نہایت مفید اور مؤثر پایا ہے۔ ہماری خادمہ کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ مارے درد کے بیتاب تھی۔ دو تین قطرہ تریاق چشم کے ڈالنے سے اسکی آنکھیں بالکل اچھی ہو گئیں۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۲۵ء کی رات کو قادیان جانے کیلئے میں گاڑی میں سفر کر رہا تھا۔ ایک آدمی میرے کمرے میں بیٹھا تھا۔ اس کی آنکھیں خراب تھیں۔ سرخی اور رگڑ سے سخت تکلیف میں تھا۔ ڈاڑھیں مار مار کر رو رہا تھا۔ اتفاق سے ایک شیشی تریاق چشم کی میری جیب میں تھی۔ جو آپنے ایک شخص کو پہنچانے کیلئے مجھے دی تھی۔ میں نے اس بیمار کو تریاق چشم میں سے رتی بھر دوائی ڈالی۔ دس منٹ کے بعد اسکو بالکل آرام ہو گیا۔ گاڑی میں جتنے آدمی تھے۔ تریاق چشم کا معجزانہ اثر دیکھ کے حیران ہو گئے۔ میں نے ایسی سریع الاثر دوائی کبھی نہیں دیکھی۔ میں آپ کو بڑی خوشی سے بغیر آپ کی درخواست کے سرٹیفکیٹ دیتا ہوں۔

خاکسار احمدالدین پلیڈر گجرات۔ پنجاب مورخہ ۶ جنوری ۱۹۲۶ء

قیمت تریاق چشم فی تولہ پانچ روپے، علاوہ محصولڈاک وغیرہ موازی ۸ر بذمہ خریدار ہوگا

المشتہر

خاکسار میرزا حاکم بیگ احمدی موجد تریاق چشم رجسٹرڈ
گڑھی شاہدولہ صاحب گجرات (پنجاب)

ممالک غیر کی خبریں

ماسکو ۲۳ر فروری۔ روسی تاج کے جواہرات کی خرید کے لئے جو بین الاقوامی مقابلہ جاری تھا۔ وہ ختم ہوگیا۔ کیونکہ فرانسیسی جوہریوں کی ایک جماعت نے ان جواہرات کا ایک ذخیرہ خرید لیا ہے۔ جسمیں زارینہ کا وہ تاج بھی شامل ہے جس میں الماس وہیرے جڑے ہیں۔ یہ سب ۲۰۳۰۰۰ پونڈ میں خریدے گئے ہیں ۔

لنڈن ۲۴ر فروری۔ لارڈ ارون (جدید وائسرائے ہند) مع لیڈی ارون صاحبہ کے ۱۸ر مارچ کو "ملتان" جہاز پر سوار ہوکر عازم ہند ہو جائیں گے ۔

قسطنطنیہ ۲۵ر فروری۔ ایک یونانی کو جاسوسی کے الزام میں آدھی رات کے وقت انگورا میں پھانسی کے تختہ پر لٹکا دیا گیا۔ استغاثہ کا بیان ہے۔ کہ اس کے پاس سے مجرمانہ کاغذات برآمد ہوئے ہیں۔ بالخصوص ایسے کاغذات جو جہدارمہ کے ایک ایسے نظام سازش سے متعلق ہیں۔ جو ترکی و ایران میں بولشویک جدوجہد کا کفیل ہے ۔

ایم گنگن سابق صدر انجمن اعداد وشمار پیرس نے گذشتہ جنگ عظیم میں فرانس کے نقصانات جان کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے۔ کہ اگر فرانس کے ۱۳۶۳۰۰۰ مقتولین اپنی قبروں سے اٹھکر چار چار آدمیوں کی قطاروں میں فی گھنٹہ ۱۰۵۰۰ کی مناسبت سے چلیں تو یہ جلوس چھ روز میں ختم ہوگا۔ جنگ عظیم میں فرانس کی آبادی میں سے ۲۸ اشخاص میں سے ایک مارا گیا۔ جرمنی کی آبادی میں سے ۳۲ میں سے ایک۔ آسٹریا ہنگری سے ۵۰ میں سے ایک۔ برطانیہ سے ۶۶ میں سے ایک۔ اطالیہ سے ۷۹ میں سے ایک اور امریکہ سے ۲۰۰۰ میں سے ایک۔ چنانچہ قبل از جنگ فرانس کی آبادی ۳۹۶۰۰۰۰۰ نفوس پر مشتمل تھی۔ مگر ۱۹۲۱ء میں اس میں سے ۴۰۰۰۰۰ نفوس کی کمی تھی۔ حالانکہ السالس لورین اس کو مل چکے تھے ۔

پیرس ۲۶ر فروری۔ فرانسیسی چیمبر میں ایم نیلیو کی مخالفت کے باوجود ۲۴۶ آرا کے مقابلہ میں ۲۶۴ کی موافقت سے سوشلسٹوں کی یہ ترمیم پاس ہوگئی ہے۔ کہ شام ومراکش میں بہت جلد جنگی کارروائیوں کو بند کرنے کے خیال سے ان ہردو ممالک کے جنگی میزانیہ میں دس لاکھ فرانک کی تخفیف کی جائے ۔

لنڈن ۲۵ر فروری۔ جب مسٹر سکلاتوالہ ہندوستانی ممبر پارلیمنٹ چھ وزنی گٹھڑیاں جن میں سے دو ان کی گردن کے گرد لٹک رہی تھیں اٹھائے ہوئے دارالعوام کے کلرک کی میز پر پہونچے۔ تو وہاں خوب قہقہے لگے۔ مسٹر سکلاتوالہ نے بتلایا۔ کہ یہ تین لاکھ آدمیوں کے جن میں ایک سو ممبر پارلیمنٹ بھی ہیں دستخط ہیں۔ مستخط کنندگان میں ہر ایک طبقہ اور ہر ایک جماعت کے مرد وزن موجود ہیں۔ اور ان لوگوں نے کمیونسٹ جماعت کے مقید ارکان کی رہائی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور دارالعوام سے درخواست کی ہے۔ کہ ملک معظم سے کہیں۔ کہ وہ اپنے خاص اختیارات کا استعمال کر کے ان لوگوں کو رہا کر دے ۔

لنڈن ۲۷ر فروری۔ ونتم ربی میں دو موٹروں کا تصادم ہوگیا۔ ایک موٹر کو ایک میم چلا رہی تھی۔ یہ لڑکی ایک سال سے اپنی طاقت گویائی کھو چکی تھی۔ جب موٹروں کی ٹکر ہوئی۔ اور اس کی موٹر کو بھی نقصان پہنچا۔ تو اس نے کہا۔ نقصان کی کوئی پرواہ نہیں۔ مجھے ڈاکٹروں نے یہی کہا ہوا تھا۔ کہ جب مجھے کوئی صدمہ پہونچے گا۔ تو میری طاقت گویائی بحال ہو جائے گی ۔

جنیوا ۲۵ر فروری۔ یونانی حکومت نے جمعیت اقوام سے درخواست کی ہے۔ کہ دریائے مرتیضے کے دہانے کی حد بندی کے متعلق ترکی یونانی اختلافات کو سلجھانے کی کوشش کی جائے اور یہ معاملہ عدالت ہیگ کے سپرد کیا جائے۔ مگر ترکی حکومت نے یونان کی یہ تجویز ماننے سے انکار کر دیا ہے ۔

لنڈن ۲۵ر فروری۔ مارننگ پوسٹ کے نامہ نگار مقیم جنیوا کا بیان ہے۔ کہ اس کو معتبر ذریعہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ جمعیت الاقوام کا مستقل کمیشن حکمداری جس کا روم میں اجلاس ہو رہا ہے۔ اس نتیجہ پر پہنچا ہے۔ کہ فرانس حکمداری شام کے متعلق فرضات کی انجام دہی میں صریح طور پر ناکام رہا ہے ۔

لنڈن ۲ر مارچ۔ نیلی کتاب (سرکاری رپورٹ) مظہر ہے۔ کہ حسب ذیل حکومتوں کی کس قدر بحری قوت ہے۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ:۔ ۵۴۳ جہازات تیار موجود ہیں۔ اور ۳۰ تیار ہو رہے ہیں۔ حکومت برطانیہ:۔ ۴۴۴ موجود ہیں۔ اور ۳۵ زیر تعمیر ہیں۔ جاپان:۔ ۲۲۲ تیار ہیں اور ۶۲ زیر تعمیر ہیں۔ فرانس:۔ ۲۱۹ موجود ہیں اور ۲۷ اتعمیر ہو رہے ہیں۔ اٹلی:۔ ۲۴۷ موجود ہیں اور ۵ اور تیار کئے جا رہے ہیں۔ روس: حکومت روس کے پاس صرف ۱۷۹ جہاز ہیں۔ اور ۳۰ زیر تعمیر ہیں ۔

لنڈن ۲ر مارچ۔ قاہرہ کا ایک پیام مظہر ہے۔ کہ دمشق کے چاروں طرف خاردار تار لگے ہوئے ہیں۔ اور فرانسیسی توپخانوں نے حامیان آزادی جماعتوں پر والدہ اور مادک کے مقامات پر گولہ باری کی۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ قسوہ اور دمشق کے مابین حجاز ریلوے لائن کٹ گئی ہے۔ اور مجاہدین نے ریل پر گولیاں چلائیں ۔

لنڈن ۲۸ر فروری۔ ملک معظم موٹر کار میں سوار بمقام ٹوٹنہم تشریف لے جا رہے تھے۔ لیکن راستہ میں کثرت آمد ورفت سے شاہی کار کو موٹروں کی ایک میل لمبی قطار میں شامل ہو جانا پڑا۔ بعد ازاں جب موقعہ پر پہنچے۔ تو کثرت اژدہام کی وجہ سے دروازہ تک پہونچنے کا راستہ نہ ملا۔ حکام پولیس نے فوری حکم دیا۔ کہ راستہ صاف کر دیا جائے۔ ایک جوشیلا پولیس والا کارگذاری دکھانے کے شوق میں سرگرمی سے آگے بڑھا۔ اور راستہ صاف کرنے لگا۔ اتنے میں اس نے ایک شخص کے بازو پر ہاتھ ڈال دیا۔ جو اجنبی سا نظر آتا تھا۔ اور دھکا دیکر الگ کرنے کو ہی تھا۔ کہ اس کو معلوم ہوا۔ کہ جس کو وہ پکڑے ہوئے ہے۔ وہ بادشاہ سلامت ہیں ۔

ہندوستان کی خبریں

ایڈیشنل سشن جج لاہور نے مقدمہ سازش ببرا کالی کے سلسلے میں فیصلہ سنا دیا۔ ۲۸ ملزموں میں سے صرف دو ملزموں کو بری کیا گیا۔ سات ملزموں کے لئے سزائے موت تجویز کی۔ اور ۱۹ ملزموں کو حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا دی ہے ۔

ان چھ ببر اکالیوں نے جنہیں اصل مقدمہ سازش میں سزائے موت کا حکم دیا گیا تھا۔ جناب وائسرائے کے پاس رحم کی درخواست بھیجی تھی۔ مگر یہ درخواست مسترد کر دی گئی۔ اور ۲۷ر فروری زندان مرکزی لاہور میں پھانسی کے تختے پر لٹکا دیئے گئے ۔

حکومت ہند کے محکمہ خارجیہ وسیاسی کی طرف سے مندرجہ ذیل اعلان شائع کیا گیا ہے۔ محکمہ ہذا نے اپنے اعلان مجریہ یکم فروری ۱۹۲۶ء میں بیان کیا تھا۔ کہ وائسرائے ہند نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ ممتاز بیگم کے مزعومہ اغوا اور بمبئی میں مسٹر باؤلہ کے قتل کے واقعہ ۱۲ر جنوری ۱۹۲۵ء کے ضمن میں مہاراجہ ہلکر والئے اندور کے بیان کردہ تعلق کی تحقیق کے لئے ایک تحقیقاتی کمشن متعین کیا جائے۔ اس اعلان میں یہ بھی اضافہ کر دیا گیا تھا۔ کہ مہاراجہ صاحب کو اختیار ہے۔ کہ وہ حکومت کو اس کمشن کے تقرر کی نسبت اپنی پسندیدگی یا ناپسندیدگی سے مطلع کر دیں۔ اب مہاراجہ صاحب کی طرف سے یہ اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ آپ متذکرہ صدر اختیار سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ اور بیان کرتے ہیں۔ کہ ان کو مجوزہ کمشن کے تقرر پر اعتراض ہے۔ اور یہ کہ آپ نے فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ اپنے راجکمار کے حق میں تخت سلطنت سے دست بردار ہو جائیں۔ گورنر جنرل باجلاس کونسل نے مہاراجہ صاحب کی اس دست برداری کو قبول کر لیا ہے۔ اب قتل باؤلہ میں مہاراجہ صاحب کے مزعومہ تعلق کی نسبت کوئی تحقیقات نہیں کی جائے گی۔ اس موضوع پر حکومت کی طرف سے بعض وقت پر مکمل اور اعلان بھی شائع کر دیا جائے گا ۔

(منشی عبدالرحمٰن صاحب کشمیری قادیانی پرنٹر وپبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا)